يَآاَيُّهَاالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اِذَاقُمْتُمْ اِلَى الصَّلٰوةِ فَاغْسِلُوْا وُجُوْهَكُمْ وَاَيْدِيَكُمْ اِلَى الْمَرَافِقِ

اے صاحبان ایمان جب تم نماز کے لیے اٹھو تو پہلے اپنے چہروں کواور اپنے ہاتھوں کو کہنیوں سمیت دھولیا کرو

وَامْسَحُوْا بِرُءُ وْسِكُمْ وَاَرْجُلَكُمْ اِلَى الْكَعْبَيْنِ ط (سورة المائدة آیت 6)

اور اپنے سروں کے بعض حصّے کا اور اپنے پاؤں کا ٹخنوں تک مسح کرلیا کرو۔

وضوءِ رسولؐ

(قرآن وسنّت کی روشنی میں)

از

پروفیسر علامہ غلام صابر

ایسوسی ایٹ انجینئر، فاضل عربی، سلطان الافاضل، الواعظ،

بی ایڈ، ایم اے اسلامیات، ایم اے انگلش (پنجاب یونیورسٹی)

مصباحُ الدُّجیٰ یونیورسٹی نیاز بیگ (ٹھوکر) لاہور پاکستان

www.mu.edu.pk E-Mail:misbahudduja@yahoo.com

Phone: 042-36127790 0300-7473505

کتاب .... وضوءِ رسولؐ

تالیف .... پروفیسر علامه غلام صابر

کمپیوٹر انجینئرز...... ضیغم علی، شوذب علی، شواب علی

کمپوزنگ .... جامعه مصباح الدجی کی طالبات :

۱۔ سیده انعم بخاری ۲۔ سلویابتول ۳۔ فوزیه کرامت ٤۔ علیه زینب

زیرنگرانی: شمسه زهراء، سیده فرزانه نقوی

ناشر .... مصباح الدجی یونیورسٹی (شعبه پبلیکیشن)

اشاعت .... 5 جنوری 2011ء

تعداد 1000

هدیه ....

﴿ہدیۂ تشکّر﴾

ہم ممنون ہیں جناب محترم مکرم چانسلر آغا سیدسیدین موسوی صاحب کے جن کی دینی اورقومی گراں قدرخدمات لائق تحسین ہیں۔علوم محمدوآل محمدعلیہم السلام کی ترویج وترقی کے لیےمصباح الدجیٰ یونیورسٹی کے پروگرامزاورکتب کی طباعت اوراشاعت میں ان کی خصوصی رہنمائی اور معاونت سے پیغام حسینیؑ پاکستان اور دیگرممالک میں پہنچ رہا ہے۔ خداوندمتعال صدقۂ چہاردہ معصومینؑ ان کے رزق میں وسعت و برکت عطا فرمائے۔ان کے والدگرامی زینۃ العارفین والروحانیین عامل کشمیر آغا سید حسین شاہ عفی عنہ اور والدہ گرامی عفی عنہا اور بھائی ڈاکٹر آغا سید سبطین موسوی عفی عنہ اور دیگر مرحومین کو جنت فردوس اورجوارآئمہ اطہارعلیہم السلام میں اعلی مقام عطا فرمائے۔

دعا گو: پروفیسر غلام صابر

پیغام

آؤ اپنے بچوں کو حضرت امام زمانہ (عج) علیہ السلام کے استقبال کے لیے تیار کریں اور انہیں بتائیں کہ دین حق کیا ہے تاکہ وہ اس آئی ٹی کے دور میں مخالفین کی تبلیغی یلغار سے محفوظ رہ سکیں ورنہ یہ نسل ہمیں معاف نہیں کرے گا اور روز محشر محمد وآل محمد علیہ السلام کو جوابدہ ہوں گے۔

آغا سید سیدین موسوی

چانسلر مصباح الدجی یونیورسٹی

فہرست وضوءِ رسولؐ

پیش لفظ 6

تمہید 10

حصہ اول

درس 1

وضو 12

اعمال وضو کی وضاحت 13

خلاصہ 15

درس 2

وضو کی شرائط 17

خلاصہ 20

درس 3

وضوء جبیرہ 22

وہ چیزیں جن کے لیے وضو کرنا چاہیے 23

وضو باطل کیسے ہوتا ہے 24

خلاصہ 24

حصہ دوم

درس 4

وضو کے پانچ متفق علیہ فرائض 26

قراء سبعہ کا تعارف 31

خلاصہ 32

درس 5

ارجلکم کی قرأت 34

ارجلکم کے لام پر زیر پڑھنے والے 35

خلاصہ 39

درس6

رسالت مآبؐ اور اھل بیتؑ

رسولؐ خدا کا وضو بروایت حضرت علیؑ 41

حضرت امام باقرؑ 47

خلاصہ 48

فہرست وضوءِ رسولؐ

درس 7

اصحاب رسولؐ کا وضو

حضرت عثمان بن عفانؓ	50
حضرت عبداللہ بن عباسؓ	52
حضرت انس بن مالکؓ	54
حضرت تمیم بن زیدؓ	55
حضرت عبداللہ بن زید انصاریؓ	56
حضرت اوس بن ابی اوسؓ	57
حضرت رفاعہ بن رافعؓ	58
خلاصہ	60

درس 8

تابعینؒ اور وضو

حضرت عکرمہؒ	64
حضرت شعبیؒ	66
حضرت قتادہؒ	68
حضرت علقمہؒ	69
حضرت مجاہدؒ	70
حضرت اعمشؒ	71
حضرت ضحاکؒ	72
حضرت جبرائیل امین اور وضو	73
حضرت ابو مالک اشعریؓ	73
حرف آخر	74
خلاصہ	76

پیش لفظ

مستقبل کے تعین کے لیے ضروری ہے کہ کچھ سوالات اپنے آپ سے کیے جائیں اوران پر تدبر اور تفکر کیا جائے پاکستان میں ملت تشیع نے اب تک علوم محمدؐ وآل محمدؑ کی ترویج وترقی کے لیے کتنا کام کیا ہے۔ ہم نے کس حد تک اپنے آپ کو تعلیمات چہاردہ معصومینؑ سے آراستہ کیا ہے۔اور ہماری ذمہ داریاں کیا ہونی چاہییں تھیں ان سب باتوں پر غور کرنے کی ضرورت ہے۔

☆ کیا ہم نے امام زمانہؑ کے استقبال کے لیے تمام تیاریاں مکمل کرلیں ہیں؟

☆ کیا ہم نے اپنے گھروں کو اس قابل بنالیا ہے کہ حجتؑ خدا تشریف لا سکیں؟

☆ کیا ہماری زندگیاں اقوال معصومینؑ کا آئینہ ہیں؟

☆ کیا ہمارے علماء، واعظین اور ذاکرین خوشنودی محمدؐ وآل محمدؑ کے لئے سیرت چہاردہ معصومینؑ کی ترویج کررہے ہیں؟

☆ کیا ہمارے بچے قرآن مجید اور ابتدائی دینی معلومات مکتب تشیع سے حاصل کر رہے ہیں یا غیروں سے؟

☆ کیا ہماری تفاسیر، احادیث، فقہ اور اصول وغیرہ کی کتب کے تراجم اردو زبان میں ہو چکے ہیں تاکہ عربی اور فارسی نہ جاننے والے مومنین ومومنات بھی ان سے استفادہ کرسکیں؟

☆ کیا دشمنان آل محمدؑ علمی میدان میں ہمارا سامنا کرنے سے خائف ہیں یا ہم ان سے خائف ہوکران کے تابع فرمان نظر آرہے ہیں؟

☆ کیا ہم نے زکوۃ اور خمس کی ادائیگی کرکے اپنے مال کو پاکیزہ بنالیا ہے؟

☆ ہم روزانہ 24 گھنٹوں میں تعلیمات چہاردہ معصومینؑ کے لئے کتنا وقت نکالتے ہیں؟

☆ کیا حسینیت کے فلسفہ موت وحیات کو ہم نے سمجھ لیا ہے؟

☆ کیا ہمارے دینی مدارس ملت جعفریہ کی مذہبی ضرورت پوری کررہے ہیں اور مدارس کے روحانی اور پاکیزہ ماحول میں سے علوم محمدؐ وآل محمدؑ سے آراستہ ہوکر کتنے طلبہ و طالبات ہر سال فارغ التحصیل ہورہے ہیں؟

☆ ملت جعفریہ میں اتحادویگانگت کے لئے کیا کیا گیا ہے؟
یا تقسیم در تقسیم کا عمل ابھی بھی جاری ہے۔

اس طرح کے اور بہت سے سوالات ذہن کو پریشان کرتے ہیں۔ بلاشبہ قوم میں تعمیری کام تو ہوا ہے مگر ابھی بہت کچھ کرنا باقی ہے۔ ہماری بنیادی دینی معلومات کا تو یہ حال ہے کہ اگر مومنین ومومنات سے پوچھا جائے کتب اربعہ کے نام کیا ہیں شاید اکثریت بتانے سے قاصر ہو۔ حد تو یہ ہے کہ جس قوم کے 98 فیصد بچے اور بچیاں قرآن مجید اور مسائل دینیہ کی بنیادی تعلیم مکتب تشیع کے علاوہ غیروں سے حاصل کررہے ہوں اور اکابرین توقع کریں کہ یہی نسل بڑی ہوکر ملت کی ترجمانی کرے گی۔ خواب نہیں تو کیا ہے!

کبھی کبھی ایسا محسوس ہوتا ہے کہ دینی تبلیغ صرف عزادار کی ہی ذمہ داری ہے۔ وہ اپنے بچوں کا پیٹ کاٹ کر منہ مانگی رقم ادا کرتا ہے اور معصومینؑ کی مجالس ومحافل کا انعقاد کرواتا ہے۔

جیفری چوسر(Geffrey Chaucer)

اپنی کتاب(The prologue to the canerbury tales)میں لکھتا ہے

" If gold rust what shall iron do'' اگر سونے کو زنگ لگ جائے تو لوہا کیا کرے گا یعنی اگر رہبر ہی مادیت پرستی کا شکار ہوجائے تو عوام کا کیا بنے گا۔

کیا ملت جعفریہ میں کوئی ایسی جماعت نہیں ہونی چاہیئے جو خود بھی امام زمانہؑ کی منتظر بننے کے لئے کوشاں ہو اور اپنے ہاتھوں میں قرآن مجید اور اقوال معصومینؑ لے کر بستی

بستی قریہ قریہ جائے۔ ملت تشیع کے بچوں، بچیوں اور مومنین و مومنات کو حضرت قائم آل محمدؑ کے استقبال کے لئے تیار کرنا اپنا مقصد حیات سمجھے۔ تا کہ ہم سب کا شمار حضرت امام العصرؑ کے اچھے منتظرین میں ہو سکے اور روز قیامت ہمیں امام حقؑ کے نام کے ساتھ بلایا جائے۔ **یَوْمَ نَدْعُوْ ا کُلَّ اُنَاسٍ بِاِمَا مِهِمْ** (بنی اسرائیل آیت 71) اس دن (کو یاد کرو) جب ہم تمام لوگوں کو ان کے امام کے ساتھ بلائیں گے۔

الحمد للہ اس عظیم مقصد کے لیے **جامعہ مصباح الدجی** کا قیام عمل میں لایا گیا ہے پاکستان کے اکثر اضلاع اور کچھ بیرونی ممالک میں بھی اس کے سٹڈی سنٹرز بنائے گئے ہیں مزید شہروں میں سٹڈی سنٹر کھولنے کے لئے عزادران امام مظلومؑ کا اصرار بڑھ رہا ہے۔

یہ بات بھی باعث افتخار ہے کہ جامعہ کے تمام مذہبی، تعلیمی اور تبلیغی پروگرامز کی ایران اور عراق کے مجتہدین کرام نے تائید فرمائی ہے۔ حوزھائے علمیہ قم، مشہد اور نجف اشرف عراق میں بھی جامعہ کے کیمپسز کھول دیے گئے ہیں۔

یونیورسٹی کے علماء، منتظمین اور مومنین کے وفود قرآن مجید اور علوم محمدؐ وآل محمدؑ سکھانے کے لئے گھر گھر جا رہے ہیں۔ حتی کہ جناب زینب وکلثوم سلام للہ علیہا کی سنت پر عمل کرتے ہوئے مومنات کے وفود بھی ملت تشیع کے بچوں، بچیوں اور مومنات کو بستی بستی جا کر علوم چہاردہ معصومینؑ سے آراستہ کرنے میں کوشاں ہیں۔ ارشاد رب العزت ہے:

فَلَوْلَا نَفَرَمِنْ كُلِّ فِرْ قَةٍ مِّنْهُمْ طَآئِفَةٌ لِّيَتَفَقَّهُوْا فِی الدِّيْنِ وَلِيُنْذِرُوْا قَوْمَهُمْ اِذَ ا رَجَعُوْا اِلَيْهِمْ لَعَلَّهُمْ يَحْذَرُوْنَ (التوبہ122)

اور ان میں سے ہر گروہ کی ایک جماعت (اپنے گھروں سے) کیوں نہیں نکلتی تا کہ علم حاصل کرے اور جب اپنی قوم کی طرف پلٹ کر آئے تو ان کو (عذاب آخرت سے) ڈرائے تا کہ یہ لوگ ڈریں۔

اس آیت کی تشریح میں امیر المومنین حضرات علیؑ فرماتے ہیں کہ "تم پر مال کی تلاش سے علم کی طلب زیادہ واجب ہے" اسی عظیم مقصد کے پیش نظر یونیورسٹی نے مختلف مذہبی کورسز

شروع کیے ہیں جن میں داخلہ لے کر اپنے گھر بیٹھے کتابوں، آڈیو، ویڈیو، سی ڈی اور انٹرنیٹ کے ذریعے یونیورسٹی کے واعظین کی نگرانی میں تعلیم حاصل کی جاسکتی ہے۔ تمام کورسز بالکل فری کروائے جاتے ہیں۔

یقیناً آپ خوش بخت ہیں کہ آپ مومن ہیں آل محمدؑ کی گداگری اپنے لیے باعث فخر سمجھتے ہیں۔ آپ کی خواہش ہے کہ آپ کا شمار امام زمانہؑ کے اچھے منتظرین میں ہو۔ اور اس کے لئے آپ چاہتے ہیں کہ خود بھی سیرت آئمہؑ سیکھیں اور دوسروں کو سیکھائیں۔ یہ وہ نعمت ہے جس کے بدلے میں ہر مومن اور مومنہ کو خوشنودی جناب فاطمۃ الزہراؑ کی ابدی سعادت نصیب ہوتی ہے۔ روز قیامت یہی چہرے:

وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ نَّا ضِرَةٌ اِلٰى رَبِّهَا نَاظِرَةٌ .(القیمة آیت 22،23)

ترجمہ: اس روز بہت سے چہرے تر وتازہ بشاش ہوں گے اور اپنے پرورگار (کی نعمت) کو دیکھ رہے ہوں گے۔

اور اس نعمت سے محروم ہونے والے چہرے:

وَوُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ بَاسِرَةٌ تَظُنُّ اَنْ يُّفْعَلَ بِهَا فَاقِرَ ةٌ .(القیمة آیت 24،25)

ترجمہ: اور بہت سے چہرے اس دن اداس ہوں گے سمجھ رہے ہیں کہ ان پر وہ مصیبت پڑنے والی ہے کہ کمر توڑ دے گی۔

ہم دعاگو ہیں:

پروردگار صدقہ چہاردہ معصومینؑ ہم سب کو حضرت امام زمانہؑ کے
اچھے منتظرین بننے کی توفیق عطا فرمائے۔

تمهید

وضو کے احکام کو دو حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔

پہلا حصه

اس حصہ میں تین دروس ہیں جن میں وضو کے بنیادی مسائل کی وضاحت کی گئی ہے۔ یہ تینوں دروس آقای محمد حسین فلاہ زادہ کی کتاب آموزش احکام سطح متوسطہ سے اردو میں ترجمہ کیے گئے ہیں یہ کتاب حوزہ علمیہ قم کے نصاب میں شامل ہے۔ان دروس میں درج تمام مسائل حوزہ علمیہ قم ایران اور نجف اشرف ایراق کے مراجع عظام کے فتاویٰ سے مرتب کیے گئے ہیں۔

دوسرا حصه

احکام وضو میں شیعه اور اهل سنت کے اختلافات :

نماز مسلمانوں کی بہترین عبادت اور دین کا اہم رکن ہے جس کی قبولیت پر نجات موقوف ہے۔سینکڑوں جزئی اور کلی اختلافات کا مرکز بنی ہوئی ہے۔ کچھ ایسے اختلافات ہیں جو اہل سنت اور شیعوں کے درمیان ہیں اور کچھ ایسے ہیں جو مذاہب اہل سنت، دیوبندی اہل حدیث، وہابی اور بریلوی وغیرہ کے درمیان ہیں۔بعض وہ ہیں جو ادائے نماز سے تعلق رکھتے ہیں۔اور بعض وہ ہیں جو اس کی شرائط ہیں یا مقدمات میں شامل ہیں۔ یہاں ہم وضو کے متعلق چند اختلافات کا تذکرہ کرتے ہیں ۔جن پر دن رات فرقوں اور مذاہب میں بحثوں کا سلسلہ جاری ہے اور اس کے بعد ان کے درست یا باطل ہونے پر اہل سنت اور شیعہ کی معتبر کتب سے دلائل دیں گے۔ وضو صحت نماز ہے اگر وضو صحیح نہیں تو نماز باطل ہو گی اور محنت رائیگاں جائے گی۔

1.اعضاء کے الٹا یا سیدھا دھونے کا اختلاف :

شیعہ چہرے اور ہاتھوں کو وضو میں اوپر سے نیچے دھوتے ہیں جبکہ اہل سنت نیچے سے اوپر کو دھوتے ہیں۔

2.سر کے مسح کا اختلاف :

شیعہ سر کے بعض حصے یعنی سر کے اگلے حصے کا مسح کرتے ہیں جبکہ اہل سنت سر کا مسح کرتے وقت گردن کو بھی شامل کرتے ہیں۔

3.پاؤں کے دھونے یا مسح کرنے کا اختلاف:

اہل سنت وضو میں پاؤں کو دھوتے ہیں جبکہ شیعہ پاؤں کا مسح کرتے ہیں پاؤں دھونے سے ان کا وضو باطل ہو جاتا ہے۔

چوتھے درس میں ہم ان تینوں اختلافات پر بات کریں گے اور ہماری کوشش ہوگی کہ غیر جانب دارانہ تجزیہ کیا جائے اور تمام مسلمانوں کو دعوت فکر دی جائے۔

وضو کے سلسلہ کے اگلے دروس میں ہم ان موضوعات پر بات کریں گے۔

☆ کس کا وضو قرآن مجید کے مطابق ہے؟ قرآن مجید کی آیت میں اَرْجُلَكُمْ یا اَرْجُلِكُمْ کی قرأت میں اختلاف کیا ہے؟ آل محمدؐ کی قرأت کیا تھی؟ اصحاب رسولؐ اس آیت کو کیسے تلاوت کرتے تھے؟ اگر اہل بیتؑ اور صحابہؓ قرآن مجید کے موجودہ اعراب پر متفق تھے تو پھر عالم اسلام میں سات قاری کیوں مشہور ہوئے جنہیں قراء سبعہ کہا گیا؟

☆ اہل بیت رسولؐ کے وضو کا طریقہ کیا تھا؟

☆ اصحاب پیغمبرؐ وضو کیسے کرتے تھے؟

☆ وضو میں تابعین کا عمل کیا تھا؟

حصہ اوّل

درس 1

وضونماز کا مقدمہ ہے۔ نمازی کو نماز ادا کرنے سے پہلے وضو کرنا چاہیے تاکہ خود کو اس عظیم عبادت کے لیے تیار کرے۔

وضو کی کیفیت :

پہلے نیت کریں کہ وضو کرتا ہوں **قُربَةً اِلَی اللّٰہِ** نیت کے بعد ہاتھوں کو دو مرتبہ کلائیوں تک دھوئیں۔ اس کے بعد تین مرتبہ کلی کریں اور تین مرتبہ ناک میں پانی ڈالیں (یہ تینوں کام سنت ہیں واجب نہیں ہیں)

اس کے بعد چہرے کو دھوئیں اور پھر دائیں ہاتھ اور اس کے بعد بائیں ہاتھ کو دھونا چاہیے ان عضاء کو دھونے کے بعد ہاتھ کی ہتھیلی کی تری سے سر کا مسح کریں یعنی اس پر تر ہاتھ کھینچا جائے اور پھر دائیں پاؤں اور آخر میں بائیں پاؤں کا مسح کرنا چاہیے۔ مزید وضاحت کے لیے نیچے نقشہ پر توجہ کریں۔

اعمال وضو

- 1. دھونا
  - 1. چہرہ — لمبائی میں پیشانی کے اوپر اس جگہ سے لے کر جہاں سر کے بال اگتے ہیں اور ٹھوڑی کے آخری کنارے تک، چوڑائی میں بیچ کی انگلی اور انگوٹھے کے پھیلاؤ میں جتنی جگہ آجائے۔
  - 2. دایاں ہاتھ
  - 3. بایاں ہاتھ
    - دایاں ہاتھ اور بایاں ہاتھ کہنی سے انگلیوں کے سروں تک۔
- 2. مسح
  - 1. سر ← اگلا حصہ جو پیشانی سے ملا ہوا ہو۔
  - 2. دایاں پاؤں
  - 3. بایاں پاؤں
    - دائیں اور بائیں پاؤں کے اوپر انگلی کے سرے سے لے کر پاؤں کے اوپر والے حصے کے ابھار تک۔

اعمال وضو کی وضاحت

دھونا:

1. چہرے اور ہاتھوں کو دھونے میں واجب مقدار وہی ہے جو پہلے گزری۔ لیکن یقین کرنے کے لیے کہ آیا واجب کو دھو لیا گیا ہے یا نہیں تھوڑا تھوڑا اِدھر اُدھر سے بھی دھولینا چاہیے۔

2. احتیاط واجب کی بنا پر چہرے اور ہاتھوں کو اوپر سے نیچے کی طرف دھونا چاہیے اگر نیچے سے اوپر دھویا جائے تو وضو باطل ہے۔

3. ہاتھوں کو دھوتے وقت مرد پہلی دفعہ کہنی کی پشت پر اور دوسری دفعہ باطن پر پانی ڈالے۔ لیکن عورت اس کے برعکس کرے یعنی پہلی دفعہ کہنی کے باطن پر اور دوسری دفعہ کہنی کی پشت پر پانی ڈالے۔

4. وضو میں چہرے اور بازوؤں کا پہلی دفعہ دھونا واجب ۔ دوسری دفعہ دھونا مستحب اور تیسری دفعہ یا اس سے زیادہ بار دھونا حرام ہے جہاں تک اس امر کا سوال ہے کہ کونسا دھونا پہلا، دوسرا یا تیسرا سمجھا جائے اس کا دارومدار وضو کرنے والے کی نیت پر ہے۔

لہٰذا اگر مثال کے طور پر پہلی دفعہ دھونے کی نیت سے کوئی شخص دس بار پانی چہرے پر ڈالے تو کوئی حرج نہیں اور وہ اس کا پہلی دفعہ ہی دھونا متصور ہوگا لیکن اگر تین دفعہ دھونے کی نیت سے تین بار پانی ڈالے تو تیسری بار پانی ڈالنا حرام ہوگا۔

سر کا مسح

1. **مسح کا مقام**: سر کے چار حصوں میں سے پیشانی سے ملا ہوا ایک حصہ (سر کے اوپر)

2. **مسح کی مقدار** :جس قدر بھی ہو کافی ہے (اتنی مقدار کے اگر کوئی دیکھے تو کہے کے اس نے مسح کیا ہے)

3.**مسح کی مستحب مقدار**: عرض میں تین ملی ہوئی انگلیوں کے لگ بھگ اورطول میں ایک انگلی کے لگ بھگ۔

4. بائیں ہاتھ کے ساتھ مسح جائز ہے لیکن احتیاط واجب کی بناء پر دائیں ہاتھ سے مسح کرنا چاہیےاورکوشش کریں کے سر کا مسح کرتے وقت آپ کے ہاتھوں کی انگلیاں پیشانی سے نہ لگنے پائیں۔

5. سر کی جلد پر مسح کرنا ضروری نہیں ہے بلکہ سر کے اگلے حصے کے بالوں پر مسح کرنا بھی درست ہے لیکن اگرایک شخص کے سر کے آگے کے بال اتنے لمبے ہوں مثلاً اگر کنگھا کرے تو چہرے پرآ گریں تو اسے چاہیے کہ مانگ نکال کرسر کی جلد پر مسح کرے یا بالوں کی جڑوں پر مسح کرے۔

6. سر کے دوسرے حصوں کے بالوں پر جو آگے کو بڑھ آئے ہوں اگر چہ وہ مسح کے مقام پر جمع ہوئے ہوں ان پر مسح کرنا صحیح نہیں ہے۔

پاؤں کا مسح

1. **مسح کا مقام**: پاؤں کے اوپر ہے۔

2. **مسح کی واجب مقدار**: انگلیوں کے سرے سے لے کر پاؤں کے اوپر والے حصے کے ابھار تک اورعرض میں جس قدر بھی ہو کافی ہے اگر چہ یہ مقدار ایک انگلی ہو۔

3. **مسح کی مستحب مقدار**:پورے پاؤں کے اوپر۔

4. دائیں پاؤں کا مسح بائیں پاؤں سے پہلے کرنا چاہیے دائیں ہاتھ کی ہتھیلی سے دائیں پاؤں کا مسح کریں پھر بائیں ہاتھ کی ہتھیلی سے بائیں پاؤں کا مسح کریں۔

5. پاؤں پرمسح کا عرض جتنا بھی ہو کافی ہے لیکن بہتر ہے کہ تین جڑی ہوئی انگلیوں کے برابر ہواوراس سے بھی بہتر یہ ہے کہ پاؤں کے اوپر والے حصے کا مسح پوری ہتھیلی سے کیا جائے۔

سر اورپاؤں کے مسح کے مشترکہ مسائل

1. مسح میں سر اور پاؤں پر ہاتھ کو کھینچنا چاہیے اور اگر ہاتھ کو روک لیا جائے اور سر یا پاؤں کو حرکت دی جائے تو وضو باطل ہے لیکن اگر ہاتھ کو کھنچتے وقت سر یا پاؤں معمولی حرکت کریں تو کوئی حرج نہیں ہے یعنی مسح صحیح ہے۔

2. اگر کسی شخص کے ہاتھ کی ہتھیلی کی تری خشک ہو جائے تو وہ دوسرے پانی سے تری نہیں لے سکتا بلکہ اسے چاہیے کہ وضو کے دوسرے اعضاء سے تری لے اور اسی تری سے مسح کرے۔

3. ہاتھ پر تری اس قدر ہونی چاہیے کہ وہ مسح کے بعد سر اور ہاتھ پر نظر آئے۔

4. مسح کے مقام (سر اور پاؤں کا اوپر والا حصہ) خشک ہونے چاہیے اگر مسح کے مقام تر ہوں گے۔ تو انسان کو چاہیے انہیں خشک کرے لیکن اگر اس پر تری اتنی کم ہو کہ جو تری مسح کے بعد نظر آئے اس کے متعلق یہ کہا جا سکے کہ وہ فقط ہتھیلی کی تری ہے تو پھر کوئی حرج نہیں۔

5. سر اور پاؤں کوئی چیز مثلاً چادر، ٹوپی، جوراب، اور جوتا وغیرہ مسح کرتے وقت نہیں ہونا چاہیے اگر چہ وہ چیز کتنی ہی باریک اور نازک ہو کہ تری جلد تک پہنچ جائے۔

6. مسح کا مقام پاک ہونا چاہیے اگر وہ نجس ہو اور انسان طاقت نہ رکھتا ہو کہ اس پر مسح کی تری لگائے تو اسے چاہیے تیمّم کرے۔

﴿خلاصہ﴾

1. وضو چہرے اور ہاتھوں کے دھونے اور سر اور پاؤں کا مسح کا نام ہے ان شرائط کے ساتھ جو آئیندہ آئیں گی۔

2. احتیاط واجب کی بناء پر چہرے اور ہاتھوں کو اوپر سے نیچے دھونا چاہیے۔

3. وضو میں چہرے اور ہاتھوں کو دھونے کے بعد انسان کو چاہیے سر کے اگلے حصے اور پاؤں کے اوپر مسح کرے۔

4. سر کے مسح کی واجب مقدار اس قدر ہے کہ کہا جائے کہ انسان نے مسح کیا ہے۔
5. سر کا مسح سر کے اگلے حصے پر جو پیشانی سے ملا ہوا ہے ہونا چاہیے۔
6. پاؤں کا مسح جس قدر بھی ہو کافی ہے اگر چہ ایک انگلی ہو۔لیکن لمبائی کے اعتبار سے انگلی کے سرے سے لے کر پاؤں کے اوپر والے حصہ کے ابھار تک ہونا چاہیے۔
7. **مسح میں:**

ہاتھ مسح کے مقام پر کھینچنا چاہیے، مسح کا مقام پاک ہونا چاہیے۔
ہاتھ اور مسح کے مقام کے درمیان کوئی چیز نہیں ہونی چاہیے جو مسح سے مانع ہو۔

﴿ خود آزمائی ﴾

1. اعمال وضو شمار کریں؟
2. ایک شخص کہ جس کے سر کے ایک طرف کے بال کنگھی کرنے سے سر کے سامنے والے حصے پر آجائیں۔اس کے لیے سر کا مسح کرنے کا کیا حکم ہے؟
3. سر اور پاؤں کے مشترک مسائل میں سے چار مسئلے بیان کریں؟
4. کیا ایک شخص پیدل چلتے ہوئے سر کا مسح کر سکتا ہے؟
5. کیا شدید سردی میں جوراب یا جوتے پر مسح کرنا جائز ہے؟
6. سر اور پاؤں کے مستحب اور واجب مسح کی مقدار بیان کریں؟

درس 2

وضو کی شرائط

وضو کے صحیح ہونے کی شرائط جن کا ذکر ابھی آئے گا۔ اِن میں سے کسی ایک کے بھی نہ ہونے سے وضو باطل ہو جاتا ہے۔

شرائطِ وضو

- 1. وضو کے برتن اور پانی کی شرائط
  - 1. وضو کا پانی پاک ہو (نجس نہ ہو)
  - 2. وضو کا پانی مباح ہو (غصبی نہ ہو)
  - 3. وضو کا پانی مطلق ہو (مضاف نہ ہو)
  - 4. وضو کے پانی کا برتن مباح ہو۔
  - 5. وضو کے پانی کا برتن سونے اور چاندی کا نہ ہو۔
- 2. وضو کے اعضاء کی شرائط
  - 1. پاک ہوں۔
  - 2. ان تک پانی پہنچنے میں کوئی چیز مانع نہ ہو۔
- 3. وضو کرنے والے کی شرائط
  - 1. وضو کے پانی کا استعمال اس کے لیے مانع نہ ہو
  - 2. وضو بقصد قربت کیا جائے (یعنی ریا کاری نہ ہو)
  - 3. نیت کا زبان پر لانا لازمی نہیں۔
- 4. وضو کی دیگر شرائط
  - 1. ترتیب کی پابندی کرنا (وہی ترتیب کہ وضو کے اعمال میں جس کا ذکر کیا گیا ہے)
  - 2. موالات کی پابندی کرنا۔ (وضو کے اعمال کے درمیان فاصلہ نہ ہو)
  - 3. اپنا وضو خود کرنا (کسی دوسرے سے مدد نہ لینا)

وضو کا پانی اور اس کے برتن کی شرائط:

1. نجس اور مضاف پانی سے وضو باطل ہے خواہ وضو کرنے والا شخص جانتا ہو کہ پانی نجس یا مضاف ہے یا نہ جانتا ہو یا وہ بھول جائے۔

2. وضو کے پانی کو مباح ہونا چاہیے۔

درج ذیل مواقع میں وضو باطل ہے :

(i) اگر وضو اس پانی سے کیا جائے کہ اس کا مالک راضی نہ ہو (یعنی اس کا راضی نہ ہونا معلوم ہو)

(ii) ایسے پانی سے وضو کرنا جس کے مالک کے بارے میں معلوم نہ ہو کہ وہ راضی ہے یا نہیں

(iii) وہ پانی جو خاص افراد کے لیے وقف ہو جیسے حوض جو بعض مدارس کے لیے ہو اور وہ وضو خانہ جو کسی ہوٹل یا مسافر خانہ کے لیے وقف ہوتا ہے۔

☆ کسی نہر سے وضو کرنا جب انسان نہ جانتا ہو کہ ان کے مالکان راضی ہیں یا نہیں تو وضو کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے ہاں اگر اس کے مالکان وضو کرنے سے برا منائیں تو احتیاط واجب ہے کہ وہ شخص وہاں سے وضو نہ کرے۔

☆ اگر وضو کا پانی کسی غصبی برتن میں ہو تو اس سے وضو کرنا باطل ہے۔

وضو کے اعضاء کی شرائط:

1. دھونے اور مسح کرنے کے مواقع پر وضو کے اعضاء کا پاک ہونا چاہیے۔

2. اگر وضو کے اعضاء پر کوئی چیز ہو (یعنی وضو میں دھونے کے اعضاء پر) اور وہ چیز پانی کے ان اعضاء تک پہنچنے میں مانع ہے یا وہ چیز مسح کے اعضاء پر ہو اگر چہ پانی کا پہنچنا مانع نہ ہو۔ تو وضو کے لیے اس چیز کو ہٹا دینا چاہیے۔

3. پنسل کی سیاھی کی لکیریں ، رنگ کے دھبے، چربی اور کریم ایسی صورت میں کہ ان کا رنگ کسی موٹائی کے بغیر ہو مانع وضو نہیں ہے یعنی وضو کرنا درست ہے۔ لیکن اگر موٹائی ہو

(جلد کو پکڑا ہو تو اسے دور کرنا چاہیے)

وضو کی دیگر شرائط

ترتیب:

وضو کے کام اس ترتیب سے انجام دینے چاہیے:

(i) چہرے کا دھونا (ii) دائیں ہاتھ کا دھونا (iii) بائیں ہاتھ کا دھونا

(iv) سر کا مسح کرنا (v) دائیں پاؤں کا مسح کرنا (vi) بائیں پاؤں کا مسح کرنا۔

اگر وضو کے اعمال کی مندرجہ بالا ترتیب نہ رہے تو وضو باطل ہو جاتا ہے۔ حتیٰ کہ اگر بائیں اور دائیں پاؤں کا ایک ہی وقت میں مسح کیا جائے۔

موالات :

1. یعنی وضو کے اعمال کو اس طرح پے در پے کیا جائے کہ ان میں فاصلہ نہ رہے۔
2. اگر وضو کے کاموں میں اس قدر فاصلہ ہو جائے کہ جس وقت کسی مقام کو دھویا جائے یا مسح کیا جائے کہ دھونے یا مسح کرنے کے بعد ان مقامات کی تری خشک ہو جائے تو وضو باطل ہے۔

دوسروں سے مدد نہ لینا:

1. جو شخص وضو کے اعمال کو خود بجالانے کی طاقت رکھتا ہو اسے نہیں چاہیے کہ کسی دوسرے سے مدد لے۔ پس اگر کوئی دوسرا شخص اس کے چہرے یا ہاتھ کو دھوئے یا مسح کرے اس کا وضو باطل ہے۔
2. اگر کوئی شخص طاقت نہ رکھتا ہو کہ وضو خود کرے اسے چاہیے کہ وہ کسی شخص کو اپنا نائب بنائے کہ وہ اسے وضو کرائے اور اگر وہ اجرت دینا چاہے اور وہ اجرت دینے کی طاقت بھی رکھتا ہو تو اسے چاہیے کہ اسے اجرت دے۔ لیکن وضو کی نیت اسے خود کرنی چاہیے۔

وضو کرنے والے کی شرائط

1. جب کوئی شخص جانتا ہو اگر وضو کرے گا تو بیمار ہو جائے گا۔ یا اسے مریض ہونے کا ڈر ہو اسے چاہیے تیمّم کرے اور اگر وضو کرے گا تو وضو باطل ہے لیکن اگر وہ نہ جانتا ہو کہ پانی اس کے لیے باعث ضرر ہے اور وضو کر لے اور اس کے بعد معلوم ہو کہ اسے ضرر ہوا۔ اس کا وضو صحیح ہے۔

2. وضو قربت کے ارادہ سے کرنا چاہیے یعنی اللہ تعالیٰ کے حکم کی بجا آوری کے لیے وضو کرے

3. نیت کا زبان پر لانا لازمی نہیں بلکہ اتنا ہی کافی ہے کہ وہ جانتا ہو کہ وضو کر رہا ہے یعنی اگر اس سے پوچھا جائے کہ تم کیا کر رہے ہو؟ تو وہ کہے کہ میں وضو کر رہا ہوں

مسئلہ : اگر نماز کا وقت اس قدر تنگ ہے کہ اگر وضو کرے تو پوری نماز یا نماز کا کچھ حصہ وقت کے بعد ادا ہو گا۔ اسے چاہیے تیمّم کرے۔

﴿ خلاصہ ﴾

1. وضو کے پانی کو پاک، مطلق اور مباح ہونا چاہیے نجس یا مضاف پانی سے وضو کرنے سے ہر حالت میں وضو باطل ہو جاتا ہے۔ اگر چہ اس کے مضاف یا نجس ہونے کو جانتا ہو یا نہ جانتا ہو

2. غصبی پانی سے وضو کرنا اگر وہ جانتا ہو کہ پانی غصبی ہے تو وضو باطل ہے۔

3. اگر وضو کے اعضاء نجس ہوں تو وضو باطل ہوتا ہے اور اسی طرح جب وضو کے اعضاء تک پانی پہنچنے میں کوئی چیز مانع ہو۔ وضو باطل ہے۔

4. اگر وضو میں ترتیب اور موالات کا لحاظ نہ کیا جائے تو وضو باطل ہے۔

5. اگر کوئی شخص خود وضو کرنے کی طاقت رکھتا ہو تو اسے دھونے اور مسح کرنے میں دوسروں سے مدد نہیں لینی چاہیے۔

6. وضواللہ تعالیٰ کے حکم کی تعمیل کے لیے کرنا چاہیے۔

7. جب وقت اتنا تنگ ہو کہ انسان وضو کرے گا تو پوری نماز یا نماز کا کچھ حصہ اسے وقت کے بعد ادا کرنا پڑھے گا۔ اسے چاہیے تیمّم کرے۔

﴿خود آزمائی﴾

1. حکومت کے اداروں کے وضوخانوں میں ان اداروں کے ملازمین کے علاوہ افراد کے لیے وضو کرنے کا کیا حکم ہے؟
2. کسی چشمے کے ٹھنڈے پانی سے وضو کرنا جو پینے کے لیے مخصوص ہو کیا حکم رکھتا ہے؟
3. جب کوئی شخص خود وضو کرنے کی طاقت نہ رکھتا ہو تو اس کا وظیفہ (حکم) کیا ہے؟
4. وضو میں قربت کے ارادہ کی تشریح کریں؟
5. وضو میں ترتیب اور موالات میں کیا فرق ہے؟

درس 3

وضوءِ جبیرہ

جبیرہ کی تعریف :

وہ دوائی جوزخم پرلگائی جائے اوروہ چیز جوزخم پر باندھی جائے جبیرہ کہلاتی ہے۔

1. جب کسی شخص کے وضو کے اعضاء پر زخم ہو یا وضو کا کوئی اعضاء ٹوٹا ہوا ہو۔ اگروہ معمول کے مطابق وضو کرسکتا ہوتو اسے چاہیے جیسے پہلے وضو کرتا ہو وضو کرے۔

مثلاً (الف) زخم کا اوپر والا حصہ کھلا ہے اور اس کے لیے پانی نقصان دہ نہیں۔

(ب) زخم کو اوپر سے باندھا ہوا ہے اور اسے کھولنا ممکن ہے اور پانی اس کے لیے نقصان دہ نہیں ہے۔

2. جب چہرے یا ہاتھوں پر زخم ہو اور زخم کا اوپر والا حصہ کھلا ہو اور اس پر پانی ڈالنے سے ضرر کا اندیشہ ہوتو اگر زخم کے اطراف کو ہی دھولیا جائے تو کافی ہے۔

3. اگر زخم یا ٹوٹی ہوئی ہڈی کسی شخص کے سر کے اگلے حصے یا پاؤں پر ہو (یعنی مسح کے مقام پر ہو) اور اس کا منہ کھلا ہوا ہو۔ اور اس پر مسح نہ کرسکتا ہوتو اسے چاہیے کہ پاک کپڑا ازخم پر رکھے اور وضو کے پانی کی تری سے جو ہاتھوں پر لگی ہو کپڑے پر مسح کرے۔

وضو جبیرہ کی کیفیت:

وضو جبیرہ میں ایک شخص کو چاہیے کہ دھونے والی جگہوں یا مسح کرنے والی جگہوں کو اگر ممکن ہوتو معمول کے مطابق دھوئے اور مسح کرے اور اگر دھونا اور مسح کرنا ممکن نہ ہوتو تر ہاتھ جبیرہ پر کھینچے۔

چند مسئلے :

1. اگر جبیرہ زخم کے آس پاس کے حصوں کو معمول سے زیادہ گھیرے ہوئے ہو اور اس کو ہٹانا

بھی ممکن نہ ہوتو ایسا شخص وضوءجبیرہ کرے اور احتیاط واجب کی بناء پر تیمّم بھی کرے۔

2. اگر کوئی شخص نہ جانتا ہو کہ اس کا وظیفہ وضوجبیرہ ہے یا تیمّم۔ تو احتیاط واجب کی بنا پر دونوں کام بجالائے (یعنی وضوجبیرہ بھی کرے اور اس کے بعد تیمّم بھی بجالائے)

3. اگر جبیرہ پورے چہرے یا ایک پورے بازو پر پھیلا ہوا ہوتو وضوجبیرہ ہی کافی ہے۔

4. جس شخص کی ہتھیلی اور انگلیوں پر جبیرہ ہو اور وضو کرتے وقت اس نے تر ہاتھ اس پر کھینچا ہو اسے چاہیے کہ سر اور پاؤں کا مسح اسی تری کے ساتھ کرے یا وضو کی دوسری جگہوں سے تری لے

5. اگر چہرے یا بازؤں پر کئی ایک جبیرے ہوں تو ان کا درمیانی حصہ دھونا چاہیے اور اگر سر یا پاؤں کے اوپر والے حصہ پر جبیرے ہوں۔ وہاں جبیرے کے احکام کے بارے میں عمل کرنا چاہیے۔

وہ چیزیں جن کے لیے وضو کرنا چاہیے :

1. نماز ادا کرنے کے لیے (سوائے نماز میت)
2. خانہ کعبہ کے طواف کے لیے۔
3. اپنے بدن کا کوئی حصہ قرآن مجید کی تحریر یا اللہ تعالیٰ کے نام کے ساتھ مس کرنا۔

چند مسئلے :

1. اگر وضو کے بغیر نماز پڑھی جائے یا خانہ کعبہ کا طواف کیا جائے تو نماز ا اور طواف دونوں باطل ہیں۔

2. اگر کسی شخص نے وضو نہیں کیا تو اسے نہیں چاہیے کہ اپنے بدن کا کوئی حصہ ان تحریروں سے مس کرے :

(i) قرآن مجید کی تحریر (لیکن اس کے ترجمہ کو مس کرنے میں کوئی حرج نہیں)

(ii) اللہ تعالیٰ کے نام کو مس کرنا چاہے وہ کسی بھی زبان میں لکھا ہوا ہو جیسے اللہ، خدا، God

(iii) حضرت رسولؐ اکرم کا نام (احتیاط واجب کی بناء پر)

(iv) بارہ آئمہؑ کے نام۔

(v) حضرت فاطمۃ الزھرہؑ کا نام (احتیاط واجب کی بنا پر)

ان کاموں کے لیے وضو کرنا مستحب ہے :

(i) مسجد اور آئمہ کے حرم میں داخل ہونے کے لیے۔

(ii) قرآن مجید پڑھنے کے لیے۔

(iii) قرآن مجید اپنے ساتھ رکھنے کے لیے۔

(iv) اپنے بدن کا کوئی حصہ قرآن مجید کی جلد یا حاشیے سے مس کرنے کے لیے۔

(v) قبروں کی زیارت کے لیے۔

وضو باطل کیسے ہوتا ہے :

1. انسان سے پیشاب یا پاخانہ یا ہوا کے خارج ہونے سے۔

2. نیند جس کی وجہ سے نہ کان سن سکیں نہ آنکھ دیکھ سکے۔

3. ایسی چیزیں جن سے عقل زائل ہو جاتی ہو۔ مثلاً دیوانگی، مستی، بے ہوشی۔

4. عورتوں کا استحاضہ۔

5. ہر وہ کام جس کے لیے غسل کرنا چاہیے مثلاً جنابت، مس میت۔

خلاصہ

1. ایسا شخص کہ جس کے وضو کے اعضاء پر زخم یا پھوڑا ہو یا ٹوٹا ہوا ہو۔ اگر وہ معمول کے مطابق وضو کی طاقت رکھتا ہو تو اسے چاہیے کہ معمول کے مطابق وضو کرے۔

2. ایسا شخص جو وضو کے اعضاء کو دھونے کی طاقت نہ رکھتا ہو یا ان تک پانی نہ پہنچا سکتا ہو اس کے لیے زخم کے اطراف کو دھو لینا ہی کافی ہے تیمّم کرنا ضروری نہیں ہے۔

3. اگر زخم یا ٹوٹی ہوئی جگہ کو اوپر سے باندھا گیا ہو اور اس کا کھولنا بھی ممکن تو ایسے شخص کو چاہیے کہ کہ جبیرہ کو کھولے اور معمول کے مطابق وضو کرے۔

4. ایسی صورت میں کہ زخم اوپر سے باندھا گیا ہو اور پانی اس کے لیے باعث نقصان ہو تو اس کا کھولنا ضروری نہیں ہے اگر چہ اس کا کھولنا ممکن ہو۔

5. نماز ادا کرنے اور خانہ کعبہ کا طواف کرنے اور اپنے جسم کا کوئی حصہ قرآن مجید کی تحریر اور اللہ تعالیٰ کے نام کو مس کرنے کے لیے وضو کرنا چاہیے۔

6. اپنے جسم کا کوئی حصہ نبی اکرمؐ اور بارہ آئمہ اور حضرت فاطمۃ الزہرہؑ کے ناموں کو احتیاط واجب کی بنا پر بغیر وضو مس کرنا جائز نہیں ہے۔

7. پیشاب اور پاخانہ وضو کو باطل کر دیتا ہے۔

8. نیند، دیوانگی، بے ہوشی، مستی جنابت اور میت کے مس کرنے سے وضو باطل ہو جاتا ہے۔

﴿خود آزمائی﴾

1. اگر جبیرہ کسی شخص کی پاؤں کی تین انگلیوں کو گھیرے ہوئے ہے تو وضو کے لیے کیا کرنا چاہیے؟

2. وضو جبیرہ کے ادا کرنے کی کیفیت کو مثال دے کر وضاحت کریں؟

3. کیا ایک شخص اس تری کے ساتھ جو جبیرہ پر ہو مسح کر سکتا ہے؟

4. اگر جبیرہ نجس ہو اور اس کا دور کرنا بھی ممکن نہ ہو۔ تو اس کا کیا حکم ہے؟

5. کیا اونگھنے سے وضو باطل ہو جاتا ہے؟

6. اگر کسی شخص نے میت کو ہاتھ لگایا تو کیا اس کا وضو باطل ہو گیا؟

حصہ دوّم

درس 4

وضو کے پانچ متفق علیہ فرائض

1. نیت
2. چہرے کا دھونا
3. دونوں ہاتھوں کا کہنیوں تک دھونا
4. سر کا مسح کرنا
5. بعض کے نزدیک پاؤں کا مسح کرنا اور بعض کے نزدیک پاؤں دھونا

1. نیت :

یہ حدیث صحیح اور متفق علیہ ہے کہ **اَلاَعْمَالُ بِالنِّیَاتِ** (صحاح ستہ، مشکوۃ، موطاء امام مالک)

بے شک اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے۔

فقہاء کہتے ہیں: **اَلنِّیَۃُ وَاجِبَۃٌ فِی الطَّھَارَۃِ مِنَ الْغُسْلِ وَالْوُضُوْءِ وَالتَّیَمُّمِ عِنْدَ کَافَۃِ الْعُلَمَاءِ فَلاَ تَصِحُّ طَھَارَۃٌ اِلَّا بِنِیَّۃٍ** (رحمۃ الامۃ فی اختلاف الائمہ بر حاشیہ میزان الکبریٰ صفحہ 17)

شوکانی لکھتے ہیں کہ نیت کے فرض ہونے کا قول مہدی نے حضرت علیؑ، تمام اہل بیت رسولؐ، شافی، مالک، لیث، احمد بن حنبل اور اسحٰق بن راہو کی طرف منسوب کیا ہے (نیل الاوطار جلد ا صفحہ ۱۲۸)

شیعہ علماء بھی وجوب نیت پر متفق ہیں چنانچہ صاحب شرائع الاسلام لکھتے ہیں:

فَرُوْضُہُ خَمْسَۃٌ اَلنِّیَّۃُ وَھِیَ اِرَادَۃُ الْفِعْلِ بِالْقَلْبِ (شرائع الاسلام صفحہ ۶، شرح لمعہ، جبل المتین)

وضو کے پانچ فرائض میں سے ایک نیت ہے دل سے اس کام کے کرنے کا ارادہ۔

2. چہرے کا دھونا :

علی متقی نے عطاء بن یسار سے روایت کی ہے کہ حضورؐ **کَانَ یَغْسِلُ وَجْھَہُ بِیَمِیْنِہٖ** (کنز العمال جلد ۵ صفحہ ۱۱۰) اپنے چہرے کو دائیں ہاتھ سے دھوتے تھے۔ ویسے بھی دائیں ہاتھ کو شریعت اسلام نے ہر کام میں فضیلت دی ہے اور چہرہ بھی ایک خاص شرف رکھتا ہے۔

اس لیے شرف والے عضو کے لیے فضلیت والا عضو درکار ہو گا۔ چنانچہ صحیحین میں ہے کہ آنخضرتؐ ہر چیز میں دائیں ہاتھ کو پسند فرماتے تھے۔

3.بازؤوں کا دھونا:

احادیث میں آتا ہے کہ حضورؐ نے فرمایا کہ جب وضو کرنے والا اپنے بازوؤں کو دھوتا ہے تو اس کے گناہ ناخنوں کے نیچے تک جھڑ جاتے ہیں مالک اور نسائی کے الفاظ میں **خَرَجَتِ الْخَطَايَا مِنْ يَدَ يُهِ حَتىٰ تَخْرُجَ مِنْ تَحْتِ اَظْفَارِ يَدَيْهِ**(مشکوۃ صفحہ ۳۹) اور مسند احمد بن حنبل اور مسلم کے الفاظ ہیں کہ گناہ انگلیوں کی طرف سے خارج ہو جاتے ہیں یہ اس امر کی دلیل ہے کہ بازوؤں کو کہنیوں سے انگلیوں کے سروں تک دھونا چاہیے یعنی کہنیوں سے شروع کرنا چاہیے اور ناخنوں پر ختم کرنا چاہیے تا کہ گناہ ناخنوں اور انگلیوں کی طرف سے خارج ہو جائیں۔

فقال مروزی نے اپنی نماز میں اشارہ کیا ہے کہ غسل اعضاء میں فطرت کے اصول کی پابندی لازم ہے یعنی اوپر سے نیچے کو دھونا۔ نیچے سے اوپر کو دھونا خلاف فطرت ہے اور اس طریقہ فطری پر کل نوع انسانی کا اتفاق ہے۔رسول اللہؐ اور آئمہؒ ایسا ہی کیا ہے (حبل المتین صفحہ ۱۱) بائیں ہاتھ سے منہ دھونا بھی خلاف فطرت ہے اور یہ حکم اسلامی کے بھی خلاف ہے رسولؐ اللہ کا ارشاد ہے: **يُمْنَاکَ لِعُلْيَاکَ وَيُسْرَاکَ لِسُفْلاکَ** تیرا دایاں ہاتھ منہ کے لیے ہے اور بایاں طہارت یعنی استنجا وغیرہ کے لیے ہے دنیا کا عمل یہی ہے کیونکہ رسولؐ اللہ کا عمل بھی یہی ہے **كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ يَغْسِلُ وَجْهَهُ بِيُمْنَاهُ** رسولؐ اللہ دائیں ہاتھ سے منہ دھویا کرتے تھے (کنزل العمال) **وَيُسْتَحَبُّ اَنْ يُبْدَءَ فِيْ غُسْلِ وَجْهِهِ بِاَعْلَاهُ لِكَوْنِهِ الْاَشْرَفُ** مستحب ہے کہ منہ پہلے اوپر سے دھویا جائے کیونکہ وہ حصہ اشرف ہے اور فطرت کے موافق ہے (نووی شرح مسلم صفحہ ۱۲۳)

لفظ اِلَی الْمَرَافِقِ سے الٹا دھونا ثابت نہیں۔ یہ عقل کا پھیر ہے۔ بے شک ہاتھ کہنی تک دھلنے چاہئیں لیکن اس کے معنی یہ نہیں کہ ابتدا نیچے سے کی جائے بلکہ مطلب یہ ہے کہ کہنی تک ہاتھ فطرت کے مطابق دھلے اور کہنی مَغسُوْل (دھلنے میں شامل) ہے۔ اس لیے مفسرین نے اِلَی بمعنی مَعَ (ساتھ) لیا ہے۔

اہل سنت کے معتبر علماء نے اپنی کتب میں اِلَی الْمَرَافِق کے معنی مَعَ الْمَرَافِق کیے ہیں (جلالین، فتح الباری) مطلب یہ ہوا کہ ہاتھوں کو کہنیوں سمیت دھویا جائے۔ شیعہ علماء نے بھی نبیؐ اکرم اور آئمہؑ کا یہی عمل بیان کیا ہے (تہذیت الاحکام وجبل المتین)

4. سر کا مسح کرنا:

شوکانی لکھتے ہیں کہ ثوری، اوزاعی اور لیث نے کہا ہے ہے کہ (یَجْزِیُ مَسْحُ بَعْضِ الرَّامِلِ) سر کے بعض حصے کا مسح کر لینا ہی کافی ہے۔ امام حمد، زید بن علی، حضرت امام باقرؑ اور حضرت امام جعفر صادقؑ نے فرمایا ہے کہ سر کے سامنے والے حصے کا مسح کرنا چاہیے ثوری اور شافعی نے سر کا مسح ایک انگلی سے بھی جائز قرار دیا ہے (نیل الاوطار جلد ا صفحہ ۱۵۰)

کافی میں حضرت امام باقرؑ کا فرمان ہے کہ تین انگلیوں کی مقدار سے سر کا مسح کر لینا کافی ہے۔ (فروع کافی۔ کتاب الطہارت) استبصار میں حضرت امام صادقؑ کا فرمان ہے کہ سر کے سامنے والے حصے کا مسح کرنا چاہیے۔ (الاستبصار کتاب الطہارت)

ان اقوال سے اور بِرُؤُوسِکُمْ کی "ب" سے یہی ثابت ہوتا ہے کے سر کے بعض حصے کا مسح کرنا چاہیے۔ چنانچہ صاحب منتہی الارب لکھتے ہیں کہ وَامْسَحُوا بِرُؤُوسِکُمْ کی "ب" بھی اسی طرح بعضیت کے معنی دیتی ہے جس طرح: عَیْنًا یَّشْرَبُ بِھَا عِبَادُ اللّٰہِ (الدھر آیت ٦) (ترجمہ: یہ ایک چشمہ ہے جس میں خدا کے خاص بندے پانی پئیں گے) کی آیت میں بھا کی "ب" سے مراد چشمے کا بعض یا کچھ پانی ہے نہ کہ سارا پانی۔

بعضیت کا مطلب بعض اجزا کا ہوا کرتا ہے۔ان دلائل سے تو یہی ثابت ہوتا ہے کہ سارے سر پر اور خاص طور پر گردن اور کانوں پر مسح کرنا قرآن کی آیت تو ثابت نہیں ہوتا بلکہ سر کے بعض حصے اور خاص کر مقدم حصے کا مسح کرنا ثابت ہو رہا ہے۔

گردن کا مسح :

نووی نے فرمایا ہے کہ وہ حدیث جس میں یہ بتلایا گیا ہے کہ گردن کا مسح کرنے سے جہنم کی آگ کا قلاوہ گلے میں نہیں ڈالا جائے گا "مَوْضُوْعٌ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ "، رسولؐ اللہ کی طرف غلط منسوب کی گئی ہے۔" لَمْ یَصِحَّ عَنِ النَّبِیِّ فِیْہِ شَیْئٌ " کہ حضورؐ سے گردن کا مسح کرنے کے بارے میں کوئی صحیح حدیث وارد نہیں ہوئی۔امام شافعی اور جمہور اصحاب نے اس کا ذکر نہیں کیا۔(شرح مہذن مولفہ نووی)

فیروزآبادی صاحب قاموس لکھتے ہیں وَلَمْ یَثْبُتْ فِیْ مَسْحِ الرَّقَبَۃِ حَدِیْثٌ کہ وضو میں گردن کا مسح کرنے کے متعلق کوئی حدیث ثابت نہیں ہے(سفر السعادۃ ص۲ طبع محمد علی)

ملاعلی قاری فرماتے ہیں حَدِیْثُ مَسْحِ الرَّقَبَۃِ مَوْضُوْعٌ کہ گردن کا مسح کرنے کے بارے میں جو حدیث وارد ہوئی ہے وہ کسی نے از خود گھڑ لی ہے(موضوعات کبیر ۱۲۸)

فتاویٰ قاضی خان میں ہے کہ گردن کا مسح کرنا نہ مستحب ہے نہ سنت ہے۔

صاحب فتح القدیر لکھتے ہیں وَقِیْلَ مَسْحُ الرَّقَبَۃِ اَیْضًا بِدْعَۃٌ یعنی وضو میں گردن کا مسح کرنا بدعت ہے(فتح القدیر شرح ہدایۃ جلد ا صفحہ ۳۱ وضو)

صاحب نیل الاوطار بھی پورے سر کے مسح کو بدعت لکھتے ہیں فرماتے ہیں۔ مَسْحَ الرَّقَبَۃِ لَیْسَ ھُوَ سُنَّۃٌ بَلْ بِدْعَۃٌ یعنی وضو میں گردن کا مسح کرنا سنت نہیں بلکہ بدعت ہے(نیل الاوطار جلد ا صفحہ ۱۹۳ وضو)

5.پاؤں کا دھونا یا مسح کرنا:

قرآن مجید کی آیت میں تو مسح کے تحت دو چیزوں کا ذکر آیا ہے۔ایک سر کا اور دوسرے پاؤں کا۔اگرا کثر مسلمان قرآن مجید کی اس آیت کا ترجمہ یوں کرتے ہیں کہ "مسح کرلو اپنے سر کا اور دھولو اپنے پاؤں ٹخنوں تک" اگر قرآن کی اس آیت پر غور کیا جائے تو ظاہراًاور باطناً کسی حیثیت سے بھی پاؤں کا مسح ثابت نہیں ہوتا مگر دستور یہ چلا آ رہا ہے کہ 'خود بدلتے نہیں قرآن کو بدل دیتے ہیں' اس لیے تاویل کے گھوڑے دوڑائے اور تفسیر بالرائے سے اپنے اس عمل کا جواز قرآن مجید سے ثابت کرنے کی کوشش شروع ہوئی سب سے پہلے یہ کہا گیا کہ وضو والی آیت وَامۡسَحُوۡ بِرُؤُوۡسِکُمۡ وَاَرۡجُلَکُمۡ اِلَی الۡکَعۡبَیۡن میں اَرۡجُلَکُمۡ کے لام پر زبر آیا ہے اس لیے اس کا مطلب دھونا ہے۔اگر مسح کرنے کا حکم ہوتا تو اَرۡجُلَکُمۡ کی بجائے اَرۡجُلِکُمۡ آنا چاہیے تھا جیسے بِرُؤُوۡسِکُمۡ کے سین کے نیچے زیر آیا ہے۔

اس سلسلے میں اتنا عرض کر دینا ضروری سمجھتا ہوں کہ جب قرآن مجید کی تدوین ہوئی تھی اس پر اعراب یعنی زیر، زبر، پیش، شَدُ اور مَدُ وغیرہ کی علامتیں نہ تھیں۔جب عربوں نے دوسرے ممالک کو فتح کیا اور غیر عرب یعنی عجم کے لیے قرآن خوانی میں دقتیں پیدا ہوئیں تو حجاج بن یوسف ثقفی کے دور میں قرآن پر اعراب لگائے گئے۔اس لیے قرآن کے اعراب اور قرآن کی قرات کے بارے میں علماء کا اختلاف رہا ہے اور یہ چیز اہل علم سے پوشیدہ نہیں۔یہ الگ بات ہے کہ اہل علم حضرات نے عوام کو اس سے باخبر نہیں کیا۔حتیٰ کہ یہاں تک معاملہ طویل ہو گیا تھا کہ مکہ، بصرہ، دمشق، کوفہ میں قرآن مجید مختلف اعراب اور مختلف قراتوں سے پڑھا جانے لگا۔مدینہ منورہ کا نافع تھا۔مکہ معظّمہ کا قاری ابن کثیر تھا۔ بصرہ میں ابو عمر قاری تھا۔دمشق کے قاری کا نام عبداللہ بن عامر تھا۔کوفہ میں تین قاری تھے۔

(۱) عاصم (۲) حمزہ (۳) کسائی۔ علماء اہل سنت لکھتے ہیں کہ سات قاری اسلام میں ''قراء سبعہ'' کہلاتے ہیں۔ ان تمام قاریوں کی قرات کو درست تسلیم کیا گیا ہے۔ جس طرح قرآن کی دیگر آیات کی قرات میں ان قاریوں کا اختلاف رہا ہے۔ اسی طرح وضو کی قرات میں بھی قاریوں کو اختلاف ہوا اور سب سے بڑا اختلاف ارجلکم کے لام کے زیر اور زبر کا تھا۔ چنانچہ کسی نے اَرۡجُلَکُمۡ پڑھا اور کسی نے اَرۡجُلِکُمۡ پڑھا۔ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس قرات کے اختلاف اور اس سے پیدا شدہ معنی کی طرف ناظرین کی توجہ مبذول کرانے سے پہلے قراء سبعہ کا تعارف کروایا جائے۔

قراء سبعہ کا تعارف

1. **مدینہ منورہ:** اس جگہ نافع ابونعیم متوفی ۱۶۷ھ قاری شمار کیے جاتے تھے۔ جعونہ کے مولیٰ تھے۔ حضرت ابن عباسؓ کے شاگردوں میں سے تھے ان کے دو مشہور شاگرد عیسیٰ بن مینا المقلب بہ ''تالون'' متوفی ۲۰۵ھ اور ابوسعید عثمان بن سعید مصری المقلب بہ ''ورش'' متوفی ۱۹۷ھ ہیں۔

2. **مکہ مکرمہ:** اس جگہ قاری عبداللہ ابن کثیر متوفی ۱۲۰ھ تھے عمرو بن علقمہ کے مولیٰ تھے۔ فارسی الاصل تھے حضرت ابن عباسؓ کے شاگردوں میں سے تھے احمد بن عبداللہ ''تبزی'' متوفی ۲۰۵ھ اور ابوعمر محمد قنبل متوفی ۲۹۱ھ ان کے دو معروف شاگرد تھے۔

3. **بصرہ:** اس جگہ میں ابوعمر بن علاء متوفی ۱۵۴ھ تھے۔ یہ بھی ابن عباسؓ کے شاگرد یحییٰ بن مبارک یزیدی ہیں۔ یحییٰ سے حفص بن عمر ''دوری'' اور صالح بن زیاد ''سوسی'' نے روایات لی ہیں۔ اکثر اہل سوڈان ابوعمر کے طریقے کے مطابق قرآن مجید پڑھتے ہیں۔

4. **دمشق**: اس جگہ عبداللہ بن عامر ۱۱۸۰ھ قاری تھے۔ حضرت عثمان اور حضرت ابو درداء کے شاگردوں کے شاگرد ہیں۔ ابوالولید ہشام بن عمار دمشقی اور عبداللہ بن احمد بن بشیر بن ذکوان ان کے شاگردوں میں سے ہیں۔

5. **کوفہ**: میں عاصم بن ابی النجو دمتوفی ۱۲۷ھ معروف قاری تھے۔ شعبد بن عیاش اور حفص بن سلیم ان کے شاگرد ہیں۔ مصری انہی کی قرات پڑھتے ہیں اور اکثر بلاد اسلامیہ میں انہی کی قرات پڑھی جاتی ہیں۔

6. **کوفہ**: میں قاری حمزہ بن حبیب متوفی ۱۴۵ھ بھی تھے۔ بزار اور خلادان کے دو معروف شاگرد ہوئے ہیں۔

7. **کوفہ**: میں ہی علی بن حمزہ کسائی متوفی ۱۸۹ھ معروف قاری تھے۔ ابوالحارث لیث بن خالد اور ابوعمر بصری کے شاگرد دوری نے ان سے استفادہ کیا۔

(تاریخ تشریع الاسلامی علامہ شیخ محمد خضری بک اردو ترجمہ المعروف بہ تاریخ فقہ از مولانا محمد تقی عثمانی و مولانا حبیب احمد ہاشمی ۱۹۷۔۱۹۸ دارالاشاعت کراچی)

خلاصہ

1. وضو میں نیت لازم ہے۔
2. علی متقی نے عطاء بن یسار سے روایت کی ہے کہ حضور اکرمؐ اپنے چہرے کو دائیں ہاتھ سے دھوتے تھے شریعت اسلام نے دائیں ہاتھ کو ہر کام میں فضیلت دی ہے بائیں ہاتھ سے منہ دھونا خلاف حکم اسلامی ہے۔
3. حضور اکرمؐ نے فرمایا جب وضو کرنے والا اپنے بازوں کو دھوتا تو اس کے گناہ ناخنوں کے نیچے تک جھڑ جاتے ہیں۔

4. سر کے سامنے والے حصے کا مسح کرنا چاہیے بِرُؤُوسِکُمْ کی ''ب'' بعضیت کے معنی دیتی ہے

5. ملاعلی قاری فرماتے ہیں گردن کا مسح کرنے کے بارے میں جو حدیث وارد ہوئی ہے وہ کسی نے ازخود گھڑ لی ہے۔

6. قرآن کے اعراب حجاج بن یوسف ثقفی کے دور میں لگائے گئے۔

7. عالم اسلام میں سات قاری مشہور ہوئے۔ مدینہ منورہ کا قاری نافع تھا مکہ معظّمہ کا قاری ابن کثیر تھا۔ بصرہ میں ابوعمر۔ دمشق کے قاری کا نام عبداللہ بن عامر تھا کوفہ میں تین قاری تھے عاصم، حمزہ اور کسائی تھے۔

﴿خود آزمائی﴾

1. کم ازکم ایک ایک شیعہ سنی کتاب کا حوالہ دیں جس سے وضو میں نیت کا لازم ہونا ثابت ہو؟

2. چہرہ کس ہاتھ سے دھونا چاہیے حکم اسلامی اور فطرت انسانی کیا ہے؟

3. الی المرافق سے کیا مراد ہے کتاب کا حوالہ دیں؟

4. سر کے بعض حصے کا مسح قرآن کے کس لفظ سے ثابت ہے؟

5. گردن کے مسح کی علت کیا بیان کی گئی ہے آیا علماء اہل سنت اس دلیل کو قبول کرتے ہیں؟

6. وضو کی آیت زبانی سنائیں؟

7. قرآن کی قرات کا اختلاف حضورؐ کے انتقال کے کتنی دیر بعد ہوا؟

8. قراء سبعہ کون تھے؟

9. قرآن کے اعراب کس کے دور میں لگائے گئے؟

درس 5

اَرۡجُلَکُمۡ کی قرأت

ہم چاہتے تھے کہ سب سے پہلے عمل رسالتمآبؐ پر بات کی جائے اور یہ معلوم کیا جائے کہ حضورؐ نے اپنی زندگی میں قرآن مجید کی اس آیت پر کس طرح عمل کیا ہے کیونکہ حضورؐ ہی معلم قرآن ہیں اور آپ نے خود بھی اس قرآن پر عمل کیا ہے اور مکلّفین کو اس پر عمل کرنے کا حکم دیا ہے۔ اس لیے آیت مذکورہ کی توضیح وتفسیر میں عمل رسالتمآبؐ کو دیکھنے کی ضرورت ہے۔ اگر حضورؐ نے بھی اپنی زندگی میں پاؤں کا مسح ہی فرمایا ہے تو پھر اضطراب کافی حد تک دور ہو جاتا ہے۔

لیکن کچھ پڑھے لکھے اور فاضل حضرات نے سادہ لوح مسلمانوں کو صرف نحو کی خشک اور اکتا دینے والی بحثوں میں الجھا کر یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ وضو کی آیت میں چونکہ لفظ اَرۡجُلَکُمۡ ہے لہٰذا لام پر زبر ہونے کی وجہ سے اس کا تعلق فَاغۡسِلُوۡا یعنی دھونے سے ہے۔ اگر پاؤں کا مسح مراد ہوتا تو پھر اَرۡجُلَکُمۡ کے لام پر زیر ہوتی۔

ہم اس کے جواب میں دو باتیں عرض کرتے ہیں۔

اوّل: یہ دعویٰ کہ اگر لفظ اَرۡجُلَکُمۡ پر زیر ہوتی تو پھر مسح مراد تھا چونکہ زبر ہے لہٰذا دھونا مراد ہے۔ اس دعویٰ کو خود علمائے اہلسنت نے رد کر دیا ہے۔ علامہ فخر الدین رازی نے اس آیت کی تفسیر میں فرمایا ہے کہ اس آیت میں اَرۡجُلَکُمۡ کی قرأت دو طرح مروی ہے۔ ایک روایت کے مطابق اَرۡجُلَکُمۡ کے لام پر زیر (جر) پڑھی گئی ہے اور یہ قرأت ابن کثیر (قاری مکہ مکرمہ) حمزہ اور عاصم (قاری کوفہ) اور ابو عمر (قاری بصرہ) سے منقول ہے۔

دوسری روایت کے مطابق اَرۡجُلَکُمۡ کے لام پر زبر (نصب) پڑھی گی ہے اور یہ قرأت نافع (قاری مدینہ) اور ابن عامر (قاری دمشق) سے منقول ہے۔ قراء سبعہ کا

تعارف ہم پہلے کروا چکے ہیں یہ بھی واضح رہے کہ شیعہ کے نزدیک دونوں اعراب درست ہیں اگر ارجلکم کے لفظ پر زیر پڑھی جائے یا زبر پڑھی جائے دونوں صورتوں میں پاؤں کا مسح کرنا واجب ہے اب ہم اہل سنت کی کتب سے اسلام کے ان درخشاں ستاروں کا ذکر کرتے ہیں جنہوں نے اَرْجُلَکُمْ کے لفظ کو زیر سے پڑھا۔

اَرْجُلَکُمْ کے لام پر زیر پڑھنے والے

1. جصاص نے کہا کہ ابن عباس، حسن بصری، عکرمہ، حمزہ اور ابن کثیر نے اَرْجُلَکُمْ ک ے لام پر زیر پڑھی ہے۔ (تفسیر احکام القرآن جلد۲ صفحہ ۳۷)

2. خازن نے لکھا ہے کہ ابن کثیر، ابن عمرو، حمزہ اور عاصم نے اَرْجُلَکُمْ کے لام کو مجرور پڑھا ہے اور اسے وامسحوا کا مفعول سمجھتے ہوئے پاؤں کا مسح کرنا مراد لیا ہے۔ (تفسیر خازن جلد ۱ صفحہ ۴۴۱)

3. طبری نے ابن وکیع، وکیع اور مسلمہ کے توسل سے بیان کیا ہے کہ ضحاک بھی اَرْجُلَکُمْ کے لام کو مجرور پڑھتے تھے۔ (تفسیر ابن جریر طبری جلد ۶ صفحہ ۷۳)

4. طبری نے ابن حمید اور ابن وکیع سے جریر کے توسل سے بیان فرمایا کہ اعمش بھی اَرْجُلَکُمْ کے لام پر زیر پڑھتے تھے (تفسیر ابن جریر طبری جلد ۶ صفحہ ۷۳)

5. طبری نے ابن وکیع کے حوالہ سے لکھا کہ مجاہد بھی اَرْجُلَکُمْ کے لام پر زیر پڑھتے تھے۔ (تفسیر ابن جریر طبری جلد ۶ صفحہ ۷۳)

6. طبری نے ابن حمید اور ابن وکیع کی زبانی جریر کے واسطہ سے اعمش اور یحییٰ بن وثاب سے روایت کی ہے کہ علقمہ بھی اَرْجُلَکُمْ کے لام پر زیر پڑھتے تھے۔ (تفسیر ابن جریر طبری جلد ۶ صفحہ ۷۳)

7. طبری نے قتادہ کے بارے میں لکھا ہے کہ وہ بھی اَرْجُلَکُمْ کے لام کو زیر سے

پڑھا کرتے تھے۔ (تفسیر ابن جریر طبری جلد ۶ صفحہ ۷۳)

مذکورہ بیانات کی روشنی میں یہ واضح ہو گیا کہ معروف صحابہؓ اور معروف قارئین قرآن نے اَرۡجُلَکُمۡ کے لام کو زیر سے پڑھا ہے کیونکہ حضرت ابن عباس، حسن بصری، عکرمہ، حمزہ، ابن کثیر، ابن عمرو، عاصم، ابو عمر، ضحاک، اعمش، مجاہد علقمہ اور قتادہ یہ بزرگوار ایسے ہیں کہ جن کی شخصیتیں تاریخ فقہ اسلامی کے درخشندہ ستاروں کی حیثیت رکھتی ہیں۔ دین کے کثیر مسائل کا ان حضرات پر دارومدار رہا ہے۔ بلکہ اگر یوں کہہ دیا جائے کہ اگر ان حضرات کے اقوال وفتاویٰ کو فقہ اسلام سے نکال دیا جائے تو فقہ کی بڑی بڑی کتابیں کھوکھلی نظر آئیں گی جب ان حضرات نے اَرۡجُلَکُمۡ کے لام کو مجرور پڑھا ہے اور لام کو مجرور پڑھا جانا بذات خود مسح قدمین کی ایک بین اور واضح دلیل ہے۔

اہل سنت کی معتبر کتب کے مذکورہ حوالہ جات سے یہ ثابت ہوا کہ وضو کی اس آیت کو زیر سے بھی پڑھا گیا ہے۔

دوّم: اب ہم اعتراض کرنے والوں کی اس دلیل کی طرف متوجہ ہوتے ہیں۔ ان کا کہنا ہے کہ چونکہ آیت میں اَرۡجُلَکُمۡ کے لفظ پر زبر ہے۔ لہٰذا اس سے مراد وضو میں پاؤں کا دھونا ہے۔

ہم حیران ہیں کہ سکول میں چند کلاسیں پڑھنے والا بچہ بھی جانتا ہے کہ ہر زبان کا ایک جملہ فعل (verb) فاعل (subject) اور مفعول (object) سے مکمل ہوتا ہے نیچے ہم اردو زبان کے دو جملے لکھتے ہیں اور ان کے فعل، فاعل، مفعول کا تذکرہ کرتے ہیں۔

(i) تم اپنے منہ اور ہاتھوں کو دھولو اور (ii) تم اپنے سر اور پاؤں کا مسح کرلو

(i): فاعل — تم، مفعول — منہ، مفعول — ہاتھوں، فعل — دھولو

(ii): فاعل — تم، مفعول — سر، مفعول — پاؤں، فعل — مسح کرلو

عربی زبان کا اصول بھی یہی ہے کہ جملہ فعل فاعل اور مفعول سے بنتا ہے جیسے:

فَاغۡسِلُوۡا وُجُوۡهَكُمۡ وَ اَيۡدِيَكُمۡ اِلَى الۡمَرَافِقِ وَ امۡسَحُوۡا بِرُءُوۡسِكُمۡ وَاَرۡجُلَكُمۡ اِلَى الۡكَعۡبَيۡنِ

فعل بافاعل مفعول مفعول فعل بافاعل مفعول مفعول

یہ نہیں ہوسکتا کہ ایک جملہ کے مفعول کے اپنے فعل کو چھوڑ کر اس کا تعلق کسی اور جملہ کے فعل کے ساتھ جوڑ دیا جائے یعنی مذکورہ جملوں میں دھونے کا عمل منہ اور ہاتھوں کے لیے ہے اور مسح کرنے کا عمل سر اور پاؤں کے لیے ہے۔ یہ عقل کا پھیر ہی ہوگا کہ کوئی شخص کہے کہ پاؤں (اَرۡجُلَكُمۡ) کا تعلق پہلے جملے سے ہے جیسے:

دوسرے جملے کے مفعول کا تعلق پہلے جملے کے فعل سے جوڑنا کتنا تعجب ہے!

فَاغۡسِلُوۡا وُجُوۡهَكُمۡ وَ اَيۡدِيَكُمۡ اِلَى الۡمَرَافِقِ وَ امۡسَحُوۡا بِرُءُوۡسِكُمۡ وَاَرۡجُلَكُمۡ اِلَى الۡكَعۡبَيۡنِ

فعل مفعول

اگر یہ مانا جائے کہ مذکورہ دونوں جملے درست بھی ہیں لیکن پاؤں (اَرۡجُلَكُمۡ) کے لفظ کو بجائے مسح (امسحوا) کا مفعول ماننے کے اس کا تعلق پہلے جملے کے فعل دھونا (فاغسلوا) سے جوڑا جائے تو یہ کلام فصاحت کے منافی ہے لیکن قرآن مجید اس طرح کے عیوب سے پاک ہے۔ قرآن تو زبان کی فصاحت و بلاغت میں اپنی کوئی مثال نہیں رکھتا۔

اگر پاؤں کو دھونے کا ہی حکم ہوتا تو پھر دونوں جملوں کو اس طرح لکھنے میں کیا قباحت تھی:

فَاغْسِلُوْا وُجُوْهَكُمْ وَ اَيْدِيَكُمْ اِلَى الْمِرَافِقِ وَ اَرْجُلَكُمْ اِلَى الْكَعْبَيْنِ وَامْسَحُوْا بِرُؤُوْسِكُمْ (تم اپنے منہ، ہاتھوں اور پاؤں کو دھولو اور تم سر کا مسح کرلو)

علامہ فخر الدین رازی نے اس آیت کی تفسیر میں اپنی گفتگو کو سمیٹتے ہوئے بڑا واضح نتیجہ نکالا ہے۔ فرماتے ہیں کہ اگر ارجلکم کے لام کے نیچے زیر پڑھی جائے تو اس صورت میں لفظ ارجلکم کو رووس کا معطوف مانا جائے گا اور جس طرح سر کا مسح کرنا واجب ہے اسی طرح پاؤں کے مسح کا وجوب ثابت ہوگا۔

پھر فرماتے ہیں کہ اگر اَرْجُلَكُمْ کے لام پر زبر بھی پڑھی جائے تو پھر بھی پاؤں کا مسح کرنا ہی واجب نظر آتا ہے کیونکہ آیت مذکورہ میں رووسکم اپنے فعل امسحو کا مفعول واقع ہو رہا ہے لہٰذا اس کے سین پر زبر آنا قاعدۃً اصولاً ضروری تھا اس کے سین پر زیر اس لیے پڑھا گیا ہے کہ اس کے قبل ''با'' حرف جار آ گیا ہے۔ اَرْجُلَكُمْ چونکہ رووسکم کا معطوف ہے اور رووسکم پر اصولاً (اگر ب کے بغیر آتا تو) زبر آنی چاہیے تھی۔ کیونکہ محل نصب (كُلُّ مَفْعُوْلٍ مَنْصُوْبٌ) پر واقع ہو رہا ہے۔ لہٰذا اَرْجُلَكُمْ کے لام پر بھی زبر ہی آنی چاہیے اور اس قاعدے کو اہل عرب اور اہل نحو عطف علیٰ محلّہ کہتے ہیں یعنی اگر اسے ظاہر کی طرف معطوف کریں تو زبر کا آنا ضروری ہے۔ (تفسیر کبیر آیت وضوء)

تو یہ واضح ہوا کہ قرآن مجید کی اس آیت میں لفظ اَرْجُلَكُمْ کو پڑھنے سے بھی صرف اور صرف پاؤں کا مسح کرنا ہی ثابت ہے۔ اس کے بعد ہم اعتراض کرنے والوں کو دعوت فکر دیتے ہیں اگر وہ پھر بھی پاؤں کے دھونے پر بضد ہیں۔

هَاتُوْا بُرْهَانَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صَادِقِيْنَ (البقرہ آیت ۱۱۱) اگر تم سچے ہو تو اپنی دلیل لاؤ۔

ہم اگلے دروس میں حضرت رسالت مابؐ، اہل بیت عصمت وطہارت، صحابہ کرام اور تابعین کا عمل شیعہ اور اہل سنت کی کتب سے نقل کریں گے اور اگر یہ سبھی بزرگوار وضو کرتے وقت پاؤں کا مسح ہی کرتے تھے تو ہمیں اپنے عمل پر نظر ثانی کرنا ہوگی ہٹ دھرمی چھوڑ کر ان کی تعلیمات پر عمل کرنا ہوگا۔ کیونکہ اگر ہمارا وضو ہی درست نہیں تو پھر ہماری کوئی عبادت صحیح نہیں ہے۔

﴿خلاصہ﴾

1. فخر الدین رازی کے مطابق اگر ارجلکم کے لام کے نیچے زیر پڑھی جائے تو اس صورت میں لفظ ''اَرْجُلِ'' کو ''رُؤُوسِ'' کا معطوف مانا جائے گا۔ جس طرح سر کا مسح واجب ہے اسی طرح پاؤں کے مسح کا وجوب ثابت ہے۔

2. اگر اَرْجُلَکُمْ کے لام پر زبر پڑھی جائے تو پھر بھی پاؤں کا مسح کرنا واجب ہے اَرْجُلَکُمْ لفظ وامسحو کا مفعول ہے لہٰذا زبر درست ہے۔

3. حضرت ابن عباس، حسن بصری، عکرمہ، حمزہ، ابن کثیر، ابن عمرو، عاصم، ابوعمر، ضحاک، اعمش، مجاھد، علقمہ اور قتادہ یہ بزرگوار ہیں جنہوں نے اَرْجُلَکُمْ کے لام کو مجرور پڑھا ہے یہ بذات خود پاؤں کے مسح کی بین اور واضح دلیل ہیں۔

ایک اعتراض:

سادہ عوام کو اکثر دھوکا دینے کی کوشش کی جاتی ہے کہ شیعہ بھی وضو الٹا کرتے ہیں یعنی پاؤں کو پہلے دھوتے ہیں اور بقیہ وضو بعد میں کرتے ہیں۔

یہ اعتراض خود ہی معترض کی ناسمجھی کی دلیل ہے۔ وضو میں پاؤں کا دھونا کسی شیعہ

کتاب سے ثابت ہی نہیں ہے نہ معصومؑ نے فرمایا ہے بلکہ حکم یہ کہ وضو کرنے سے پہلے وضو کے تمام اعضاء پاک ہوں۔ باقی اعضاء کی نسبت پاؤں پر چونکہ گرد وغبار اور نجاست کا زیادہ احتمال ہوتا ہے اس لیے وضو کرنے سے پہلے انہیں دھولیا جاتا ہے لیکن اگر گرد وغبار اور نجاست کا احتمال نہ ہو تو دھونے کی ضرورت نہیں سر کے مسح کے بعد پاؤں کا مسح ہی کافی ہے

﴿خودآزمائی﴾

1. اہل سنت کے معتبر عالم فخر الدین رازی نے اَرْجُلَکُمْ کی بحث سے کیا نتیجہ نکالا ہے؟
2. وہ بزرگوار جنہوں نے اَرْجُلِکُمْ کے لام کو مجرور پڑھا اسلام میں ان کی کیا حیثیت ہے؟
3. وضو میں پاؤں کو پہلے دھونے کی کیا ضرورت ہے؟
4. اگر پاؤں کو مسح کی بجائے دھولیا جائے تو کیا درست ہے اور ایسے وضو سے پڑھی جانے والی نماز کا کیا حکم ہے؟

درس 6

رسالت مابؐ اور اھل بیت علیہم السلام کا وضو

رسول خدا کا وضو بروایت حضرت امام علیؑ

روایت اول : مختار بن نافع نے ابومطر سے روایت کی ہے کہ ہم حضرت امام علی علیہ السلام کے ہمراہ مسجد کے اندر باب رحبہ کے قریب بیٹھے ہوئے تھے کہ ایک شخص نے امیر المومنینؑ سے رسول خداؐ کے وضو کے بارے میں استفسار کیا آپ نے اپنے غلام کو بھیجا کہ جاؤ پانی لاؤ۔ جب پانی لایا گیا تو آپ نے وضو کرنا شروع کیا پہلے آپ نے ہاتھ دھوئے پھر منہ دھویا پھر دھونوں ہاتھ کہنیوں تک دھوئے (وَ مَسَحَ رَاسَهٗ وَاحِدَةً وَ رِجْلَيْهِ اِلَى الْكَعْبَيْنِ) پھر ایک دفعہ سر کا مسح کیا اور دھونوں پاؤں کا ٹخنوں تک مسح کیا اور فرمایا کہ نبی کریمؐ اس طرح وضو کیا کرتے تھے۔ (مسند احمد بن حنبل جلد ا صفحہ ۱۵۸)

علی متقی نے بھی حضرت امام علی ابن ابی طالبؑ کے اس عمل کو ابومطر کے واسطہ سے درج کیا ہے(کنز العمال جلد ۶ صفحہ ۱۰۸)

سائل کے سوال سے یہ ظاہر ہوتا ہے اس زمانے میں بھی وضو کے بارے میں اختلاف پیدا ہو چکا تھا۔ چنانچہ وضو کے طریقے میں علماء اور فقہاء کے ذاتی اجتہاد و آراء کو کافی دخل رہا ہے خصوصاً پاؤں کے بارے میں فقہائے امت نے خوب طبع آزمائیاں فرمائی ہیں یہ معاملہ یہاں تک پہنچ گیا کہ پاؤں کا مسح نہیں ہوسکتا البتہ موزوں اور جرابوں پر مسح ہو سکتا ہے یعنی مکلّف اپنی جلد پر مسح نہ کرے کسی حیوان کی جلد پر مسح کر لے۔

لیکن اکثر علماء نے قرآن مجید اور عمل رسالت مابؐ کو سامنے رکھ کر فتویٰ دیا اور اپنی رائے اور قیاس آرائی کو پاس تک نہیں پھٹکنے دیا چنانچہ ایسے علمائے حق فرمایا کرتے تھے

کہ اگر دین میں ذاتی رائے اور قیاس کو دخل ہوتا تو وضو میں پاؤں کے اوپر مسح کرنے کی بجائے پاؤں کے تلوے پر مسح کیا جاتا۔ (کنز العمال جلد ۵ صفحہ ۱۴۷ منقول از علی ابن ابی طالب، مسند احمد بن حنبل، سنن ابوداؤد)

مگر دین میں قیاس آرائی کرنا منع ہے۔ نصوص صریحہ کی موجودگی میں اجتہاد کرنا گناہ ہے۔ چنانچہ حضور نبی اکرمؐ پکار پکار کر کہہ رہے ہیں۔

لوگو! دین میں میری ذاتی رائے کو کوئی دخل نہیں بلکہ ہر مسلمان پر لازم ہے کہ وہ کتاب وسنت کی روشنی میں اپنے روزمرہ کے اعمال کو درست کرے۔

حضرت علی ابن ابی طالبؑ کی شخصیت اتنی معروف ہے کہ ہم مناسب نہیں سمجھتے کہ آپ کے تعارف کے سلسلے میں اس کتابچے میں کچھ لکھا جائے البتہ یہ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس مقام پر حضرت امیر المومنینؑ کے وضو کے راوی ابومطر کی شخصیت کے بارے میں علمائے رجال کے اقوال ناظرین کی خدمت میں پیش کر دیے جائیں۔

توثیق ابو مطر: ابن حجر عسقلانی نے تحریر فرمایا ہے کہ ابن حبان نے ابومطر کو ثقہ راویوں میں شمار کیا ہے۔ (تہذیب التہذیب جلد ۱۲ صفحہ ۲۳۸) ابومطر، مختار بن نافع تمیمی کے شیوخ میں سے ہیں احمد بن حنبل نے اپنی سند میں مختار بن نافع کے وسیلے سے ابومطر کی کئی روایات درج کی ہیں منجملہ ان روایات کے حضرت امام علی علیہ السلام کے وضو کی کیفیت کی مرویات بھی درج فرمائی ہیں۔ ابومطر مختار بن نافع، علامہ ابن حجر عسقلانی ابن حبان، امام احمد بن حنبل اور ملا علی متقی جیسے افاضلین کی نظر میں قابل اعتماد اور ثقہ ہیں۔ لہٰذا حضرت علی علیہ السلام کی اس روایت کو قبول کرنے میں اب کوئی امر مانع نظر نہیں آتا۔

روایت دوم: جصاص نے نزال بن سبرۃ کے وسیلے سے روایت کی ہے کہ حضرت امام علیؑ نے ظہر کی نماز کے بعد تھوڑا عرصہ رحبہ میں آرام فرمایا جب عصر کا وقت آیا تو آپ نے

پانی طلب کیا جب پانی آ گیا تو آپ نے دونوں ہاتھ دھوئے پھر چہرہ اور دونوں ہاتھوں کو کہنیوں تک دھویا **وَمَسَحَ بِرَاسِہٖ وَ رِجْلَیْہِ** اور پھر اپنے سر اور دونوں پاؤں پر مسح کیا اور فرمایا: **ھٰکَذَا رَأَیْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ فَعَلَ**، میں نے رسول اللہ کو اسی طرح وضو کرتے ہوئے دیکھا۔ (احکام القرآن جصاص جلد ۱)

احمد بن حنبل نے اپنی مسند میں نزال بن سبرۃ سے اسی طرح حضرت امام علیؑ کے وضو کی ترکیب بیان فرمائی ہے۔ (مسند احمد بن حنبل جلد ا صفحہ ۱۵۹)

توثیق نزال بن سبرۃ: نزال بن سبرۃ کوئی غیر معروف شخصیت نہیں عسقلانی نے ان کے بارے میں لکھا ہے کہ نزال بن سبرۃ کوفہ کے رہنے والے تھے ہلالی خاندان سے تعلق رکھتے تھے۔ علی ابن ابی طالبؑ عثمان بن عفان، ابوبکر، ابن مسعود، سراقہ بن مالک ابو مسعود انصاری جیسے حضرات سے روایت لیتے تھے اور ان سے عبد الملک، شعبی اور ضحاک بن مزاحم نے روایت کی ہے یعنی نزال ان بزرگوں کے شیوخ حدیث میں سے تھے۔

(1) عجلی نے انھیں ''ثقہ تابعی'' کے نام سے یاد کیا ہے۔

(2) ابن حبان نے بھی ان کا نام ثقاۃ میں شمار کیا ہے۔

(3) ابن ابی حاتم نے یحییٰ بن معین (استاد امام بخاری) کا قول درج کیا ہے کہ نزال ایسے ثقہ اور معتمد تھے کہ ان کی شخصیت پر کسی کو اعتراض کی گنجائش نہیں۔

(4) دار قطنی نے انہیں ''تابعی کبیر'' کے نام سے یاد کیا ہے۔

(5) صاحب استیعاب نے انہیں صحابی رسولؐ کہا ہے۔ چنانچہ ان کے الفاظ **رَأیَ النّبی وَ سَمِعَ مِنْہُ** کہ نزال بن سبرۃ نبی کریمؐ کو دیکھا بھی ہے اور حضور سے احادیث بھی سنی ہیں۔

(6) اصابہ میں ہے کہ مسلم اور ابن سعد نے انہیں تابعین کے طبقہ اولیٰ میں شمار کیا ہے۔

(7) مزی نے مسند ابو مسعود میں نزال کی صحبت رسالت مآبؐ کا ذکر کیا ہے ابن عساکر بھی

اس بارے میں مزی کے ہم خیال ہیں۔صحابی ہونے کے بارے میں اقوال تو شاذ ہیں البتہ تابعی ثقہ ہونا مسلمات میں سے ہے۔

روایت سوم: علی متقی نے سنن سعید بن منصور سے ابن ظبیان کی زبانی یہ روایت درج کی ہے کہ میں نے حضرت کو دیکھا کہ آپ نے قضائے حاجت کے بعد وضو فرمایا:

وَ مَسَحَ عَلٰی نَعْلَیْہِ وَ قَدَمَیْہِ ثُمَّ دَخَلَ الْمَسْجِدَ فَخَلَعَ نَعْلَیْہِ ثُمَّ صَلّٰی

(کنز العمال جلد۵ صفحہ ۱۲۶) اور نعلین اور قدموں پر مسح فرمایا پھر مسجد میں داخل ہوئے جوتے اتارے اور نماز ادا کی۔

یہی روایت علی متقی نے جامع عبدالرزاق کے حوالے سے ابوظبیان مذکور کی سند سے نقل کی ہے (کنز العمال جلد۵ صفحہ ۱۵۰)

اس سلسلے میں یہ عرض کر دینا بھی مناسب معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرتؐ اور امیرؑ کے دور میں جوتے اوپر سے بالکل کھلا ہوا کرتے تھے اور ان پر ہاتھ پھیرنے سے پانی بآسانی پاؤں تک پہنچ جاتا تھا۔

چنانچہ صاحب فتح المتعال فی اوصاف الافعال نے حضورؐ کے نعلین مبارک کی جو تمثال اپنی کتاب میں بنائی ہے وہ اس امر کی موید ہے قدیم عربی جوتا اور آج کل بھی کسی حد تک صحرا نوردوں کا جوتا ہے ایک تلوے اور اوپر انگوٹھا پھنسانے والے ایک تسمے پر مشتمل ہوا کرتا تھا۔ (فتح المتعال فی شرح الفعالی صفحہ ۱۳۴)

توثیق ابو ظبیان: ابوظبیان راوی حدیث ایک معروف تابعی ہیں حصین بن جندب بن حارث اسم گرامی تھا۔یمن کے ایک قبیلے جنبی سے تعلق رکھتے تھے۔کوفہ میں سکونت پذیر رہے۔حضرت امام علیؑ ،ابن مسعود،عمر بن الخطاب،اسامہ بن زید،عمار یاسر،خزیفہ،ابوموسیٰ، ابن عباس،عائشہ اور ابن عمر جیسے مقتدر صحابہ اکرامؓ سے روایت کرتے تھے۔

تابعین میں سے علقمہ، ابوعبیدہ، ابن عبداللہ بن مسعود، محمد بن سعد بن ابی وقاص وغیرہ سے بھی آپ نے روایات لی ہیں ان سے ابواسحاق سلمہ بن کہیل، اعمش، حصین بن عبدالرحمٰن، ابوحصین، عطابن سائب اور سماک بن حرب وغیرہ نے روایت کی ہے ابن معین، عجلی، ابوزرعہ، نسائی، دارقطنی ابن حبان اور ابن ابی سعد نے ان کے ثقہ اور معتمد علیہ ہونے کا تذکرہ کیا ہے۔ ذہبی نے میزان الاعتدال میں لکھا ہے کہ ابوظبیان جنبی ثقہ ہیں (میزان الاعتدال جلد۳ صفحہ ۳۶۶)

علامہ مامقانی (شیعہ عالم رجال) نے انھیں صحابی علی علیہ السلام کہہ کر یاد کیا ہے۔

روایت چہارم: احمد نے مسند میں سدی سے بتوسل عبد خیر روایت کی ہے کہ حضرت علیؑ نے ایک مرتبہ پانی منگوایا اور وضو کرنے کے لیے بیٹھے **وَ مَسَحَ عَلٰی ظَھْرِ قَدْ مَیْهِ** اور آپ نے اثنائے وضو میں پاؤں کے اوپر والے حصے کا مسح فرمایا اور فرمایا کہ اگر میں نے رسول اللہؐ کو ایسا کرتے نہ دیکھا ہوتا تو پھر میں پاؤں کے اوپر مسح کرنے کی بجائے پاؤں کے تلوؤں کا مسح کرنا ضروری سمجھتا۔ (مسند احمد بن حنبل جلد ا صفحہ ۱۱۶)

توثیق عبد خیر : امیرالمومنینؑ کے وضو کے متعلق "عبد خیر" کے توسل سے روایات لی گئی ہیں وہ کوئی معمولی آدمی نہیں حضرت امام علیؑ، ابن مسعود زید بن ارقم ابوبکر اور عائشہ ایسے بزرگواروں سے روایت کرتے تھے اور ان میں سے مسیّب، ابواسحاق، عامر، شعبی، خالد بن علقمہ بن مرثد، عطا بن سائب اور حکم بن عتبہ نے روایت لی ہیں۔

1۔ عثمان دارمی نے کہا ہے کہ یحییٰ بن معین نے ان کی توثیق کی ہے۔

2۔ عجلی نے انہیں تابعی ثقہ کہا ہے۔

3۔ ابن حبان نے بھی ثقہ تابعین میں سے شمار کیا ہے۔

4۔ مسلم نے بھی انھیں اہل کوفہ کے طبقہ اولیٰ کے تابعین میں شمار کیا ہے۔

5۔ابن عبدالبر نے صحابہ میں شمار کیا ہے۔(تہذیب التہذیب جلد۶ صفحہ۱۲۴)

ایک معارض روایت:

صاحب ابن ماجہ لکھتے ہیں کہ ابو بکر ابن شیبہ نے ابوالاحوص سے انھوں نے ابو اسحاق سے انھوں نے ابوحیہ سے روایت کی ہے کہ میں نے علیؑ کو دیکھا کہ غَسَلَ قَدَمَيْهِ اِلَى الْكَعْبَيْنِ آپ نے اپنے پاؤں ٹخنوں تک دھوئے اور فرمایا کہ یہی رسول اللہ کا وضو ہے۔

(ابن ماجہ صفحہ۳۶ طبع کراچی)

جرح وتنقید:

اس روایت کے ایک راوی ابوحیہ کو علماء رجال نے غیر معروف فرد قرار دیا ہے چنانچہ ذہبی نے میزان میں لکھا ہے اِنَّهُ لَا يُعْرَفُ پھر ذہبی نے ابن المدینی اور ابوالولید الفرضی کا قول درج کیا ہے ''اِنَّـه مَجْهُوْل ''ابوحیہ مجہول الحال آدمی پھر ابوزرعہ کا ایک قول درج کیا ہے جس سے یہی ظاہر ہوتا ہے کہ غیر معروف شخص تھے اور یہ ظاہر ہے کہ غیر معروف مجہول الحال اور نامعلوم شخصیت کی روایت پر اعتماد کرنا کمزوری نہیں تو پھر اور کیا ہے۔

اس کے علاوہ ابوحیہ سے اس روایت کو صرف ابواسحاق نے نقل کیا ہے چنانچہ ذہبی نے ابوحیہ کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھا ہے تَفَرَّدَ عَنْه اَبُوْ اسْحَاق بِوُضُوْءِ عَلِي فَمَسَحَ رَاسَهُ وَ غَسَلَ رِجْلَيْهِ اِلَى الْكَعْبَيْنِ ثَلاثاً ثَلاثا کہ حضرت علیؑ کے پاؤں دھونے کی روایت ابوحیہ سے صرف ابواسحاق نے نقل کی ہے۔باقی کسی راوی نے نقل نہیں کی۔اور ابواسحاق عمر بن عبداللہ سبیعی چونکہ خود بھی احادیث وروایات میں اختلاط کیا کرتا تھا اور نسیان کا مریض بھی تھا اس لیے لوگوں نے اس سے روایت لینا چھوڑ دیا۔چنانچہ صاحب میزان علامہ ذہبی کے الفاظ فترکه الناس اس بیان کے موید ہیں اس کے علاوہ اس روایت کو ابواسحاق سے بھی صرف ابوالاحوص نے نقل کیا ہے۔

ایک دینی شعور رکھنے والا آدمی خود فیصلہ کرے کہ ایک خبر (اور وہ بھی اختلاف کرنے والوں بھول جانے والوں اور مجہول الحال راویوں کے ذریعہ سے احادیث مدون کرنے والوں کو پہنچی ہو) متواتر، مشہور اور مرفوع احادیث اور آیات قرآنی کے مقابلے لا کر کھڑا کر دینا بھلا کہاں کی علمیت ہے۔

امام محمد بن علی الباقر علیہ السلام:

نیشا پوری فرماتے ہیں کہ وجوب مسح قدمین کے قائل حضرات یہ کہتے ہیں کہ آیت قرآن مسح قدمین پر دلالت کرتی ہے اور خبر واحد نہ تو قرآن کا مقابلہ کر سکتی ہے اور نہ ہی قرآن کو منسوخ کر سکتی ہے اس کے بعد فرماتے ہیں کہ قفال نے اپنی تفسیر میں ابن عباس، انس بن مالک، عکرمہ، شعبی اور ابو جعفر محمد بن علی الباقرؑ سے روایت کی ہے کہ اَنَّ الْوَاجِبَ فِيهِمَا الْمَسَحُ کہ دونوں پاؤں کا مسح کرنا ہی واجب ہے اور یہی امامیہ کا طریقہ ہے۔ (حاشیہ تفسیر طبری جلد ۶ صفحہ ۶۸)

امام محمد باقرؑ کوئی معمولی اور غیر معروف شخصیت نہیں علماء اہل سنت نے بڑے ادب کے ساتھ ان کا ذکر کیا ہے۔ آپ حضرت امام علی بن حسین (زین العابدین) کے فرزند ہیں۔

آپ نے علی ابن ابی طالبؑ، حسنین، محمد بن حنیفہ، عبداللہ بن جعفر، سمرہ بن جندب، ابن عباسؓ، ام سلمہ، ابوسعید جابر اور انس سے روایات لی ہیں آپ سے امام جعفر صادقؑ اعرج زہری ابن حزم اور عبداللہ بن عطاء نے روایت کی ہے ابن سعد اور عجلی نے آپ کو ثقہ اور کثیر الحدیث کا خطاب دیا۔ ابن برقی نے فقیہ فاضل کہہ کر یاد کیا ہے۔ (تہذیب جلد ۹ صفحہ ۳۵۰)

یعقوبی نے اپنی تاریخ میں لکھا ہے کہ آپ کو باقر اس لیے کہا جاتا ہے کہ آپ نے علوم کے چشمے جاری فرمائے۔ (لِاَنَّهُ بَقَرَ الْعِلْمَ) پھر لکھتے ہیں کہ جابر بن عبداللہ انصاریؓ

روایت کرتے ہیں کہ مجھے حضورؐ نے فرمایا تھا کہ جابر تو اس وقت زندہ رہے گا کہ میری اولاد میں میرے ایک ہم نام سے تیری ملاقات ہوگی اور وہ معنوی اور روحانی اعتبار سے بھی میرا ہم نام ہوگا۔ جب تو اس مردِ حق سے ملے تو میری طرف سے اسے سلام کہہ دینا چانچہ جب جابر کو آخری عمر میں حضرت امام محمد باقرؑ سے ملاقات نصیب ہوئی تو کہا۔ (اِنَّ اَبَاکَ یَقْرَئُکَ السَّلَام) کہ آپ کے نانا نے آپ کو سلام بھیجا ہے۔

آئمہ اہل بیتؑ کا عمل وضو میں پاؤں کے بارے میں ایک صریحی اور قطعی دلیل کی حیثیت رکھتا ہے کیونکہ آنحضرتؐ نے اس دنیا سے رخصت ہوتے وقت ہدایت امت کے لیے جو دو گراں قدر چیزیں چھوڑی تھیں وہ قرآن اور اہل بیتؑ ہیں اور حدیث ثقلین ایک معروف ومشہور بلکہ متواتر احادیث میں سے ہے۔ صحاح سے لے کر احادیث کی چھوٹی سے چھوٹی کتاب تک مناقب اہل بیتؑ کے تحت آپ کو حدیث ثقلین نظر آئے گی۔

اب اگر آیت قرآن کا لفظ (وامسحو) بھی مسح قدمین پر دلالت کرے اور ظاہر قرآن کی تائید میں (رَاسِخُوْنَ فِی الْعِلْمِ) کی قرات اور عمل بھی مل جائے تو پھر کسی ذی شعور کے لیے مزید تلاش کی ضرورت باقی نہیں رہتی۔

خلاصہ

1. حضرت علیؑ ایک شخص کے سوال پر کہ رسول اللہؐ کیسے وضو کرتے تھے وضو کر کے دکھایا اور پاؤں کا مسح کیا۔ ان چاروں روایتوں کے راویوں ابومطر، نزال بن سبرۃ، ابوظبیان اور عبد خیر کو ثقہ اور معروف شخصیات تسلیم کیا گیا۔

2. ایک معارض روایت کے صاحب ابن ماجہ نے ابو حیہ سے روایت نقل کی کہ حضرت علیؑ نے پاؤں کو دھویا وہی فرماتے ہیں کہ پاؤں دھونے کی روایت ابو حیہ سے صرف

ابواسحاق ہی نے نقل کی ہے۔ باقی کسی راوی نے نقل نہیں کی ہے اور ابواسحاق چونکہ خود بھی احادیث وروایت میں اختلاط کیا کرتا تھا اور نسیان کا مریض بھی تھا اس لیے لوگوں نے اس سے روایت لینا چھوڑ دیا۔

3. نیشاپوری فرماتے ہیں کہ پاؤں کے مسح کے واجب ہونے کے قائل حضرات یہ کہتے ہیں کہ آیت قرآن پاؤں کے مسح پر دلالت کرتی ہے خبر واحد نہ تو قرآن کا مقابلہ کرسکتی ہے اور نہ ہی قرآن کو منسوخ کرسکتی ہے۔ قفال نے اپنی تفسیر میں حضرت امام محمد باقرؑ سے روایت کی ہے کہ انَّ الْوَاجِبَ فِيْهِمَا الْمَسْحُ ''دونوں پاؤں کا مسح کرنا ہی واجب ہے۔''

﴿خود آزمائی﴾

1. حضرت علیؑ کے وضو کے متعلق بیان کی جانے والی چاروں روایات اہل سنت کی کن کتب سے نقل کی گئی اور ان کے راویوں کے ثقہ ہونے کی دلیل دیں؟

2. ابن ماجہ کی روایت کہ حضرت علیؑ نے پاؤں دھوئے کیوں قابل اعتبار نہیں ہے؟

3. حضرت امام محمد باقرؑ پاؤں کے مسح کے قائل تھے اہل سنت علماء کے نزدیک ان کی شخصیت کیا ہے؟

درس 7

اصحاب رسول رضوان اللہ علیہم کا وضو

قرآن مجید کے واضح حکم اور حضرت محمدؐ وآل محمد علیہم السلام کے عمل کے بعد وضو میں پاؤں کا مسح کرنے کے بارے میں کسی دلیل کی ضرورت تو نہیں تھی لیکن اسلام میں صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم کا بہت کردار رہا ہے۔ اکثر حضورؐ کی ایک حدیث نقل کی جاتی ہے کہ آپؐ نے فرمایا میرے صحابی ستاروں کی مانند ہیں۔ ہم چاہتے ہیں کہ ان کے عمل کو بھی اہل سنت کی کتب سے بیان کیا جائے کیونکہ وضو ایک بہت ہی اہم اور نازک مسئلہ ہے اگر وضو درست نہیں ہوگا۔ تو نماز بھی قبول نہیں ہوگی۔ حتیٰ کہ حضورؐ نے اپنے ایک صحابی کو سختی سے کہا کہ آپ نماز دوبارہ پڑھیں آپ کی نماز صحیح نہیں ہے کیونکہ آپ کا وضو غلط ہے۔

ایک ضروری وضاحت : اکثر ایسا ہوتا ہے کہ جب کوئی شخص حضورؐ کی کسی حدیث کو پنے عقیدے کے خلاف سمجھتا ہے تو فوراً یہ فتویٰ صادر کر دیتا ہے کہ یہ حدیث ضعیف ہے اس کا راوی قابل اعتبار نہیں ہے ہم نے اہل سنت کی علم رجال کی کتب سے ثابت کیا ہے کہ یہ تمام راوی ثقہ ہیں سچے ہیں اگر ان کی روایات کو قبول نہ کیا گیا تو عالم اسلام کا بہت بڑا علمیہ سرمایا کھوکھلا نظر آئے گا۔ ہم نے ان کی توثیق میں معتبر اہل سنت کی کتب سے حوالہ جات بھی نقل کر دیے ہیں۔

حضرت عثمان بن عفانؓ

1. احمد نے حمران کے حوالے سے روایت درج کی ہے کہ ایک مرتبہ حضرت عثمانؓ نے پانی طلب کیا۔ پھر وضو کرنے بیٹھے پہلے کلی کی ناک میں پانی ڈالا پھر تین مرتبہ منہ دھویا، تین مرتبہ دونوں بازو دھوئے پھر سر اور پاؤں کے اوپر مسح کیا۔ اس کے بعد مسکرائے پھر اپنے

اصحاب سے دریافت فرمایا کہ آپ لوگوں نے مجھ سے مسکرانے کا سبب کیوں نہیں پوچھا۔ جب ان لوگوں نے مسکرانے کی وجہ پوچھی تو آپ نے فرمایا کہ میں نے حضورؐ کو دیکھا کہ حضورؐ نے وضو کے لیے پانی منگوایا اور بالکل اسی طرح وضو کیا جس طرح میں نے وضو کیا ہے۔ (مسند احمد بن حنبل جلد ۱ صفحہ ۵۸)

2. ملا علی متقی نے ابن ابی طیبہ کی سند سے حمران کی زبانی یہی حدیث درج کی ہے کہ حضرت عثمانؓ نے فرمایا کہ میں اسی طرح وضو کرتا ہوں جس طرح حضورؐ وضو کیا کرتے تھے۔ پھر آپ نے کلی کی ناک میں پانی ڈالا، تین مرتبہ چہرہ دھویا، بازو دھوئے پھر سر اور پاؤں کے اوپر مسح کیا۔ (کنز العمال جلد ۵ صفحہ ۱۰۴)

3. علی متقی نے یہی روایت مسند احمد، مصنف البرار، مسند ابی یعلی اور خلیفۃ الاولیاء ابونعیم کے حوالے سے حمران کی سند سے درج کی ہے اور اس کے آخر میں لکھا ہے کہ یہ حدیث صحیح ہے (کنز العمال جلد ۵ صفحہ ۱۰۴)

4. احمد بن حنبل نے بسر بن سعید کے حوالے سے حضرت عثمان کے متعلق من و عن یہی روایت درج کی ہے۔ (مسند احمد جلد ۱ صفحہ ۶۷)

توثیق حمرانؓ :

یہ حضرت عثمان کے آزاد کردہ غلام تھے آپ نے مسیّب بن نحبہ سے خرید کر انہیں آزاد کیا تھا۔ انہوں نے خلفائے اربعہ کا زمانہ دیکھا۔ معروف تابعی ہیں۔ حضرت عثمان اور معاویہ بن ابوسفیان سے روایت لیتے ہیں۔ ان سے ابووائل اور ابوصخرۃ نے روایت لی ہیں صاحب تہذیب کے نزدیک جلیل القدر اور صاحب وجاہت علماء میں سے ہیں ابن حیان نے آپ کو ثقہ شمار کیا ہے۔ (تہذیب التہذیب جلد ۲ صفحہ ۲۴)

توثیق بسر بن سعید المدنیؓ:

ابن مدینی کہتے ہیں کہ یحییٰ بن سعد فرماتے ہیں کہ بسر بن سعید میرے نزدیک عطاء بن یسار سے بہتر ہے ابن معین اور نسائی نے آپ کو ثقہ کہا ہے ابو حاتم نے بے مثال اور بے نظیر کہا ہے ابن سعد نے عابد، ثقہ اور کثیر الحدیث کہا، عجلی اور ابن حبان نے تابعی ثقہ کا خطاب دیا بخاری اور مسلم نے ان کی مرویات کو اپنی صحاح میں جگہ دی۔

حضرت عبداللہ بن عباسؓ

مفسر قرآن حضرت ابن عباسؓ بھی وضو میں پاؤں کے مسح کے قائل ہے ہیں چنانچہ:

1. ابن ابی حاتم نے آپ (ابن عباسؓ) سے وَامْسَحُوا بِرُءُوسِكُمْ وَ اَرْجُلَكُمْ کی تفسیر میں نقل فرمایا ہے (هُوَ الْمَسْحُ) کہ اس آیت میں پاؤں کا مسح کرنے کا حکم آیا ہے۔ (الدر المنثور جلد۲ صفحہ۲۶۲)

2. حاکم نے جامع عبدالرزاق سے ابن عباس کی تفسیر یوں درج فرمائی ہے (قَالَ افْتَرَضَ اللّٰهُ غَسْلَتَيْنِ وَ مَسْحَتَيْنِ) کہ خدا تعالیٰ نے دو اعضاء کے دھونے اور دو اعضاء کے مسح کرنے کو فرض قرار دیا ہے۔ پھر آپ نے دلیل یہ قائم کی کیا آپ نے نہیں دیکھا کہ خدا تعالیٰ نے جب تیمّم کا ذکر کیا تو دو دھوئے جانے والے اعضاء کا مسح فرض کیا اور مسح کرنے والے اعضاء کو ترک کر دیا۔ (کنز العمال جلد۵ صفحہ۱۰۳، سنن اور دار قطنی صفحہ ۳۶)

3. شوکانی نے نووی کا قول درج کے کیا ہے کہ وضو میں اختلاف ہے مگر حضرت علیؑ اور ابن عباسؓ کے نزدیک وضو میں پاؤں کا مسح واجب ہے (نیل الاوطار جلد ا صفحہ۱۹۳)

4. شعرانی کہتے ہیں کہ ابن عباس پاؤں کے مسح کی فرضیت قرار دیتے ہیں۔

(میزان الکبریٰ)

5. قرطبی ،ابن کثیر،صاحب خازن اورسیوطی نے کہا ہے کہ ابن عباس فرمایا کرتے تھے (اَلْوَضُوْءُ غَسْلَتَانِ وَ مَسْحَتَانِ) کہ وضومیں بس دواعضاء کے غسل اوردواعضاء کے مسح پر مشتمل ہے (تفسیر قرطبی،تفسیر ابن کثیر،تفسیر خازن،الدرالمنثور۔آیت وضو)

6. علامہ سیوطی لکھتے ہیں کہ ابن عبدالرزاق اورعبد بن حمید نے ابن عباس کا قول درج کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے دواعضاء کا غسل اوردو کا مسح فرض کیا ہے کیونکہ خدا تعالیٰ نے تیمّم کے ذکر میں دواعضاء کے غسل کی جگہ مسح مقرر کردیا ہے۔(الدرمنثور جلد۲صفحہ۲۶۲)

7. ابن ماجہ میں بتوسل ربیع لکھا ہے کہ ابن عباس نے فرمایا کہ لوگ تو مسح قدمین کے قائل ہیں مگر(لَا اَجِدُ فِیْ کِتَابِ اللّٰہِ اِلَّا الْمَسْحُ) مجھے تو کتاب خدامیں سوائے مسح قدمین کے اورکوئی صورت نظرہی نہیں آتی۔ (ابن ماجہ صفحہ۳۶طبع کراچی)

توثیق ابن عباسؓ:

اکثر علماء نے حضرت ابن عباسؓ کی صغرسنی کی آڑ لی ہے مگر میں اتنا عرض کردینا ضروری سمجھتا ہوں کہ اگرچہ آپ ہجرت سے تین برس قبل شعب ابی طالب میں پیدا ہوئے تھے۔اوروفات آنحضرتؐ کے وقت آپ کا سن تیرہ یاچودہ برس کا تھا مگر وسعت علم کی وجہ سے بحرعلوم کہلاتے تھے۔حضرت عمر بن خطابؓ بھی اکثر مسائل دقیقہ میں آپ کی طرف رجوع فرماتے تھے عبداللہ بن عتبہ فرماتے ہیں کہ میں نے حدیث رسولؐ،قضایائے خلفائے راشدین اورفقہ اسلامی میں حضرت ابن عباسؓ سے بڑھ کرکسی کونہیں پایا(اسدالغابہ جلد۳صفحہ۱۹۲)

لیث بن ابی سلیم کہتے ہیں کہ میں نے طاؤس سے کہا کہ آپ اکابرصحابہ کو چھوڑ کرابن عباس جیسے صغیرالسن کی طرف کیوں رجوع کرتے ہیں۔تو طاؤس نے جواب دیا کہ میں نے ستر صحابہ کو دیکھا کہ جب کسی امرمیں متذبذب ہوتے تو حضرت ابن عباسؓ کی طرف رجوع کرتے تھے حضرت علی نے آپ کو بصرے کا عامل مقرر کیا۔شہادت

امیر المومنینؑ سے قبل واپس بلا لیے گئے اور حجاز میں قیام کیا۔ جنگ صفین میں امیر لشکر کے طور پر شریک ہوئے۔

آنحضرتؐ، حضرت عمر، انس بن مالک، ابوطفیل، ابوالملیکہ بن سہل سے روایت کرتے ہیں عکرمہ، کریب، ابوسعید، عطابن ابی رباح، مجاہد، ابن ابی ملیکہ، عمر بن دینار، عبید بن عمیر، سعید بن مسیّب، قاسم بن محمد سلمان بن یسار، عروہ بن زبیر، علی بن الحسینؑ، محمد بن کعب، طاؤس، وہب بن منبہ وغیرہ نے آپ سے روایات لیں ہیں۔

ابن مسعود نے فرمایا ہے کہ ابن عباس بہترین مفسر قرآن ہیں آنحضرتؐ نے آپ کے حق میں دعا فرمائی (اَللّٰھُمَّ عَلَیْهِ الْحِکْمَتُهٗ) الٰہی ابن عباسؓ کو حکمت، دانائی اور فراست قرآنیہ کا علم مرحمت فرما۔

حضرت انس بن مالکؓ متوفی ۹۳ھ

انس بن مالک ایک معروف اور قابل قدر صحابی ہیں آپ نے کئی برس تک حضورؐ کی خدمت انجام دی اور اپنی زندگی کا کثیر حصہ آپ کی غلامی میں بسر کیا۔ بخاری نے آپ سے ۸۰ اور مسلم نے ۱۷۰ احادیث لی ہیں۔

1. ان کے متعلق موسیٰ بن انس کی زبانی کتب تفسیر میں لکھا ہے کہ ایک مرتبہ حجاج بن یوسف ثقفی نے اہواز میں خطبہ دیا اور پاؤں کے دھونے پر زور دیا اور کہا کہ پاؤں پر نجاست لگنے کا زیادہ امکان واحتمال ہے اس لیے وضو میں پاؤں کو اچھی طرح دھویا کرو۔

حضرت انس بن مالک نے جب یہ سنا تو حجاج کی تردید کی اور فرمایا کہ حجاج غلط کہتا ہے خدا نے تو پاؤں کے مسح کرنے کا حکم دیا ہے اور حجاج دھونے کا حکم دے

رہا ہے۔ (تفسیر طبری جلد۶ صفحہ)

2. چنانچہ مختلف تفاسیر میں حضرت انس بن مالک کا یہ فتویٰ موجود ہے۔
(نَزَلَ الْقُرْاٰنَ بِالْمَسْحِ کو قرآن تو پاؤں کے مسح کا حکم لے کر نازل ہوا (تفسیر طبری جلد۶ صفحہ۸۲ تفسیر ابن کثیر جلد۳ صفحہ۳۵، تفسیر خازن جلد ا صفحہ ۴۴۱، تفسیر قرطبی جلد۶ صفحہ۹۲)

3. شوکانی نے کہا ہے کہ نووی فرماتے ہیں لوگوں میں پاؤں کے دھونے اور مسح کرنے کے بارے میں بڑا اختلاف ہے مگر حضرت علیؑ، ابن عباس اور انس بن مالک پاؤں کے مسح کے قائل ہیں۔ (نیل الاوطار جلد ا صفحہ ۱۶۴)

تمیم بن زید (وابنہ) عباد بن تمیم انصاریؓ

1. شوکانی نے طبرانی کی معجم کبیر کے حوالے سے لکھا ہے کہ عباد بن تمیم انصاری اپنے والد تمیم بن زید انصاری سے روایت کرتے ہیں کہ میں رسولؐ اللہ کو وضو میں پاؤں کا مسح کرتے ہوئے دیکھا۔(نیل الاوطار جلد ا صفحہ ۱۶۴)

طبرانی نے اس حدیث کی توثیق بھی فرمادی ہے چنانچہ لکھتے ہیں کہ معجم کبیر کی تمام احادیث صحیح ہیں کیونکہ معجم کبیر میں اس بات کا خاص لازم قرار دیا گیا کہ اس فن میں حدیث کے ماہرین اور اساتذہ کی جرح وتعدیل کے اصول واصطلاحات کو سامنے رکھ کر احادیث کو جانچ پرکھ کر درج کیا گیا ہے۔

2. ابن حجر نے تمیم بن زید کے حالات زندگی لکھتے ہوئے تحریر فرمایا۔ کہ عباد بن تمیم نے اپنے والد ماجد (تمیم بن زید) سے روایت کی ہے کہ میں نے رسولؐ اللہ کو وضو میں پاؤں کا مسح کرتے دیکھا۔(اصابہ فی تمیز الصحابہ جلد ا صفحہ ۱۹۳)

3. علی متقی نے یہی حدیث سنن ابن ابی شیبہ اور احمد بن حنبل سے درج کی ہے۔

اس کے الفاظ ہیں کہ عباد بن تمیم اپنے والد زید بن تمیم سے روایت کرتے ہیں کہ میں آنحضرتؐ کو وضو میں پانی سے ریش اقدس اور قدمہائے مبارک کا مسح کرتے دیکھا۔
(کنزل العمال جلد۳ صفحہ ۱۰۳)

مگر ہمارے نزدیک اس حدیث یعنی داڑھی کا اضافہ ہے۔ کیونکہ صاحب کنزل العمال ملاعلی متقی نے جن ماخذوں سے یہ حدیث درج کی ہے ان میں ایک ماخذ مسند احمد بن حنبل میں عبد اللہ بن یزید بن عبد الرحمٰن المقوی ثنا سعید یعنی ابن ایوب قال حدثنی ابوالاسود کے اسناد سے عباد بن تمیم المازنی کی روایت درج کی ہے کہ میرے والد تمیم فرماتے ہیں کہ میں حضورؐ کو وضو کرتے دیکھا تو آپ (یَمْسَحُ الْمَاءَ عَلٰی رِجْلَیْهِ) پانی سے اپنے دونوں پاؤں کا مسح کر رہے تھے (مسند احمد بن حنبل جلد۴ صفحہ۴۰)

توثیق تمیم بن زید :

آپ عباد بن تمیم کے والد اور عبداللہ بن زید کے بھائی ہیں آپ کے داد کا نام عاصم تھا۔ صاحب اسد الغابہ نے آپ کی توثیق کرنے کے بعد آپ کی وہ روایت بھی درج کی ہے جس میں حضورؐ کا سر اور پاؤں کا مسح کرنا درج ہے۔ چنانچہ الفاظ روایت یہ ہے رُوِیَ عَنْهُ اِبْنُهُ قَالَ رَاَیْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ تَوَضَّأَ وَمَسَحَ الْمَاءَ عَلٰی رِجْلَیْهِ کہ آپ نے اپنے پاؤں پر پانی سے مسح کیا۔ اس حدیث کے سب راوی قابل اعتماد ہیں (اصابہ جلد۱ صفحہ۱۹۳)

توثیق عباد بن تمیم بن زید :

آپ تمیم مذکور کے فرزند ہیں ابن حجر نے لکھا ہے کہ عباد بن تمیم جنگ خندق کے موقع پر صرف پانچ برس کے تھے اپنے والد تمیم بن زید اور اپنے چچا عبداللہ بن زید سے روایت کرتے تھے زہری نے آپ سے روایات لی ہیں بخاری اور مسلم میں آپ سے مروی احادیث موجود ہیں (اصابہ جلد۴ صفحہ۲۳)

محمد بن اسحاق ،نسائی ابن حبان اور عجلی نے آپ کو ثقہ اور قابل اعتماد سمجھا ہے۔ (تہذیب التہذیب جلد۵ صفحہ ۹۰)

حضرت عبد اللہ بن زید انصاریؓ

آپ تمیم بن زید کے بھائی اور عباد بن تمیم کے چچا تھے آپ سے سنن ابن ابی شیبہ میں روایت کی گئی ہے کہ نبیؐ کریم جب وضو کرتے تو تین مرتبہ منہ دھوتے دو مرتبہ اپنے کو کہنیوں تک دھوتے پھر دو مرتبہ اپنے سر اور پاؤں کا مسح فرمایا کرتے تھے۔ (کنزل العمال جلد۵ صفحہ ۱۰۸، یمنی شرح بخاری جلد ا صفحہ ۶۱)

توثیق عبداللہ بن زیدؓ:

ابن اثیر نے اسد الغابہ میں لکھا ہے کہ عبداللہ بن زید بن عاصم انصاری خزرج قبیلے سے تعلق رکھتے ابن ام عمارہ کے نام سے معروف تھے ابو محمد کنیت تھی جنگ بدر میں شریک ہوئے تھے۔ (اسد الغابہ جلد۳ صفحہ ۱۶۷)

عبدالبر کہتے ہیں کہ آپ غزوہ احد میں شریک تھے بدر میں شرکت ثابت نہیں۔ مسیلمہ کذاب کے قاتل بھی آپ ہی تھے بقول خلیفہ بن خیاط آپ اور آپ کے بیٹے واقعہ حرّہ شہید ہو گئے تھے (واقعہ حرہ ایک مشہور واقعہ ہے جس میں یزید نے قتل امامؑ کے بعد حرمین شریفین پر حملہ کروایا تھا)

حضرت اوس ابن ابی اوسؓ:

1. ملا علی متقی نے یعلی بن عطاء اور ان کے والد عطاء کے ذریعے سے بیان کیا کہ مجھے اوس بن ابی اوس ثقفی نے بتلایا کہ ایک مرتبہ حضورؐ نے طائف میں ایک قوم کے زیر زمین چشموں پر وضو فرمایا۔ ومسح علی قدمیہ اور آپ نے اپنے پاؤں پر مسح کیا۔ (کنزل العمال جلد۵ صفحہ ۱۱۶)

2. حازمی نے اپنی مسند میں ہشیم اوریعلی بن عطاء وغیرہ کے توسل سے یہی حدیث درج کی ہے۔(الناسخ والمنسوخ جلد اصفحہ ۶۱)

3. طبری نے اپنی اسناد سے یہی حدیث اوس بن ابی اوس سے درج کی ہے۔ (تفسیر طبری جلد ۳ صفحہ ۷۶)

توثیق حضرت اوس بن ابی اوسؓ:

واضح رہے کہ اوس بن ابی اوس ثقفی ایک معروف بزرگ وار ہیں ابن حجر نے اسابہ میں لکھا ہے کہ آپ مرویات صحیح ہیں۔ چنانچہ ابن ماجہ اور نسائی نے اپنی صحاح میں آپ سے روایات اخذ کی ہیں (اصابہ جلد اصفحہ ۸۱)

حضرت رفاعہ بن رافعؓ:

آپ فرماتے ہیں کہ میں حضورؐ کی خدمت میں بیٹھا کہ ایک آدمی آیا اور مسجد سے داخل ہوا اس نے نماز پڑھی اور آکر حضورؐ کو سلام کیا آپ نے فرمایا جا کر دوبارنماز پڑھ۔ وہ آدمی پھر سے نماز پڑھنے لگا اور ہم نے بغور دیکھا مگر اس کی نماز میں کوئی عیب نہ تھا حتیٰ کہ دو تین مرتبہ آپؐ نے اعادہ کرنے کو فرمایا۔اس پر اس آدمی نے عرض کیا حضور آخر میری نماز میں کیا خرابی ہے؟ آپ نے فرمایا تم میں سے کسی کی نماز کامل اور درست نہیں ہوسکتی جب تک اس کا وضو درست نہ ہو اور وہ امر الٰہی کے مطابق وضو نہ کرے۔پس ہر نمازی کو چاہیے کہ وہ وضو کرتے وقت اپنے چہرے اور ہاتھوں کو کہنیوں تک دھوئے اور اپنے سر اور دونوں پاؤں کا ٹخنوں تک مسح کرے۔ اس کے بعد آپ نے نماز کی ترکیب بتلائی (مگر اس کا ہمارے اس وضو کے موضوع سے کوئی تعلق نہیں ہمیں صرف اتنے الفاظ درکار ہیں جن میں پاؤں کا مسح کرنے کا حکم ہے۔) چنانچہ حضور کے الفاظ ہیں۔ وَيَمْسَحُ بِرَأْسِهِ وَرِجْلَيْهِ

اِلَی الْکَعْبَیْن (تفسیر قرطبی جلد ۱ صفحہ ۲۹۶)

یہی روایت حاکم نیشا پوری نے متعدد اسانید سے مستدرک میں درج فرمائی ہے اور اس روایت کے نقل کرنے کے بعد لکھا۔ کہ یہ حدیث بخاری اور مسلم کی مقرر کردہ شرائط پر پورا اترنے کی بنا پر صحیح سمجھی جاتی ہے۔ (مستدرک حاکم جلد ۱ صفحہ ۲۴۱)

اس حدیث کو علی متقی نے کنز العمال میں چار کتب سے نقل کیا ہے (کنز العمال جلد ۴ صفحہ ۹۳)

۱۔ سنن ابی داؤد (جلد ۱ صفحہ ۸۶) ۲۔ سنن نسائی (جلد ۱ صفحہ ۱۶۱)

۳۔ سنن ابن ماجہ (صفحہ ۳۶) ۴۔ مستدرک الحاکم (جلد ۱ صفحہ ۲۴۱)

اور سب میں یہی الفاظ ہیں: عَنْ رُفَاعَةَ بْنِ رَافِعٍ فَقَالَ اِنَّهَا لَا تَتِمُّ صَلٰوةُ اَحَدِکُمْ حَتّٰی یَسْبَغَ الْوُضُوْءَ کَمَا اَمَرَهُ اللّٰهُ یَغْسِلُ وَجْهَهٗ وَیَدَیْهِ اِلَی الْمِرْفَقَیْنِ وَیَمْسَحُ بِرَأْسِهٖ وَرِجْلَیْهِ اِلَی الْکَعْبَیْنِ (رفاعہ بن رافع کہتے ہیں کہ حضورؐ نے فرمایا آپ میں سے کسی کی نماز درست اور کامل نہیں ہوسکتی جب تک کہ وہ حکم خدا کے مطابق وضو نہ کرے۔ پس وضو میں اپنے چہرے اور دونوں ہاتھوں کو دھوئے اور اپنے سر کے بعض حصے اور دونوں پاؤں کا ٹخنوں تک مسح کرے) اس روایت کو سیوطی (الدر المنثور)، شوکانی (نیل الاوطار) اور عینی (عینی شرح بخاری باب الوضوء) نے بھی درج کیا ہے۔ یعنی یہ روایت درج کرنے کے بعد لکھتے ہیں کہ اس حدیث کو ابو علی، ترمذی اور ابو بکر بزاز نے حسن کہا ہے۔ اور ابن حیان اور ابن حزیمہ نے صحیح کہا ہے (دار قطنی جلد ۱ صفحہ ۳۵)

توثیق رفاعہ بن رافعؓ:

آپ خزرج قبیلہ انصار سے تعلق رکھتے تھے ابو معاذ کنیت تھی۔ والدہ کا نام ام مالک بنت ابی بن سلول تھا اور وہ عبداللہ بن ابی سلول کی ہمشیرہ تھی عقبہ ثانیہ میں اپنے باپ کے ہمراہ مکہ جا کر آنحضرتؐ کے دست مبارک پر بیعت کی اور دولت ایمان سے مالا مال ہو کر واپس

مدینہ چلے آئے تمام غزوات میں شرکت کی جنگ بدر میں آپ کی شرکت کا تذکرہ صحیح بخاری میں موجود ہے۔ جنگ جمل اور صفین میں جناب امیر علیہ السلام کے ہمرکاب تھے۔ ۴۱ ہجری میں وفات پائی۔ صحیحین میں آپ سے چند احادیث مروی ہیں آپ نے آنحضرت کے علاوہ حضرت ابوبکر حضرت عبادہ بن صامت سے بھی احادیث اخذ کیں ہیں آپ کے راویوں میں یحییٰ بن خالد، علی بن یحییٰ، معاذ اور عبید قابل ذکر ہیں۔ (سیرت انصاری حالت رفاعہ بن رافع)

﴿خلاصہ﴾

1. حضرت عثمان بن عفانؓ کے متعلق چار روایتیں نقل کی گئی ہیں۔

۱۔ احمد نے حمران کے حوالہ سے۔

۲۔ ملا علی متقی نے ابن ابی شیبہ کی سند حمران کی زبانی۔

۳۔ علی متقی نے یہی روایت مسند احمد مصنف البزار، مسند ابی یعلی اور حلیۃ الاولیاء کے حوالہ سے حمران کی سند سے۔

۴۔ احمد بن حنبل نے بسر بن سعید کے حوالہ سے۔ ''حضرت عثمانؓ نے وضو میں پاؤں کا مسح کیا'' امام احمد بن حنبل عام شخصیت نہیں ہیں بلکہ یہ بخاری اور مسلم کے استاد ہیں

2. حضرت عثمانؓ کے وضو کے اور دو راوی ایک حمران اور دوسرے بسر بن سعید ہیں اہل سنت علماء نے دونوں کو ثقہ لکھا ہے۔ بخاری اور مسلم نے بھی بسر بن سعید کی روایات کو اپنی صحاح میں جگہ دی صاحب تہذیب التہذیب کے نزدیک حمران جلیل القدر اور صاحب وجاہت علماء میں سے ہیں۔ یہ حضرت عثمانؓ کے آزاد کردہ غلام تھے۔ ابن حیان نے اس کو ثقہ تسلیم کیا ہے۔

3. حضرت عبداللہ ابن عباس کے متعلق سات روایات کا ذکر کیا گیا ہے آپ نے فرمایا:

(i) قرآن میں پاؤں کے مسح کا حکم ہے۔

(ii) خدا نے دو اعضا کے دھونے اور دو کے مسح کرنے کو فرض قرار دیا ہے۔

(iii) اللہ تعالیٰ نے تیمّم کا ذکر کیا تو دھونے والے اعضا کا مسح فرض کیا اور مسح کرنے والے اعضا کو ترک کر دیا۔

(iv) لوگ پاؤں کے دھونے کے قائل ہیں مگر مجھے کتاب خدا میں صرف مسح کا حکم ملا ہے

4. صاحب اسد الغابہ لکھتے ہیں کہ حضرت عمر بن خطابؓ بھی اکثر مسائل دقیقہ میں آپ کی طرف رجوع فرماتے تھے۔

لیث بن ابی سلیم کہتے ہیں کہ میں نے طاؤس سے کہا کہ آپ اکابرین صحابہ کو چھوڑ کر ابن عباسؓ جیسے صغیر السن کی طرف کیوں رجوع کرتے ہیں تو طاؤس نے جواب دیا کہ میں 70 صحابہؓ کرام کو دیکھا جب کسی امر میں متذبذب ہوتے تو ابن عباس کی طرف رجوع کرتے تھے۔

5. تفسیر طبری میں ہے کہ ایک مرتبہ حجاج بن یوسف ثقفی نے اہواز میں خطبہ دیا اور پاؤں کے دھونے پر زور دیا تو حضرت انس بن مالکؓ نے جب یہ سنا تو حجاج کی تردید کی اور فرمایا حجاج غلط کہتا ہے خدا نے پاؤں کے مسح کا حکم دیا ہے اور حجاج دھونے کا حکم دے رہا ہے۔

6. تفسیر طبری، تفسیر ابن کثیر، تفسیر خازن، تفسیر قرطبی میں مالک بن انس کا یہ فتویٰ موجود ہے " نَزَلَ الْقُرْاٰنُ بِالْمَسْحِ " قرآن تو پاؤں کے مسح کا حکم لے کر نازل ہوا۔

7. شوکانی، ابن حجر اور علی متقی نے تین روایات نقل کیں کہ عباد بن تمیم انصاری اپنے والد تمیم بن زید انصاری سے روایت کرتے ہیں کہ میں رسول اللہ کو وضو میں پاؤں کا مسح کرتے دیکھا۔

8. صاحب تہذیب التہذیب لکھتے ہیں کہ محمد بن اسحاق، نسائی، ابن حبان اور عجلی نے حضرت عباد بن تمیمؓ کو ثقہ اور قابل اعتماد سمجھا ہے۔ اصابہ میں لکھا ہے کہ زہری نے آپ

سے روایات لی ہیں بخاری اور مسلم میں آپ سے مروی روایات موجود ہیں۔

9. حضرت عبداللہ بن زید انصاریؓ نے فرمایا جب بھی رسولؐ اللہ وضو کرتے تو پاؤں کا مسح کرتے تھے۔

10. ملا علی متقی نے کنز العمال میں، حازمی نے الناسخ المنسوخ میں اور طبری نے تفسیر طبری میں بیان کیا کہ ایک مرتبہ حضورؐ نے طائف میں ایک قوم کے زیر زمین چشموں پر وضو کیا تو پاؤں پر مسح کیا۔

11. حاکم نیشاپوری نے نے مستدرک حاکم میں اور علی متقی نے کنز العمال میں بیان کیا ''رفاعہ بن رافعؓ کہتے ہیں کہ حضورؐ نے فرمایا آپ میں سے کسی کی نماز درست اور کامل نہیں ہوسکتی جب تک وہ حکم خدا کے مطابق وضو نہ کرے پس وضو میں اپنے چہرے اور دونوں بازوؤں کو دھوئے اور اپنے سر کے بعض حصے اور دونوں پاؤں کا ٹخنوں تک مسح کرے''۔

اس روایت کو سیوطی نے الدر المنثور، شوکانی نے نیل الاوطار اور عینی نے عینی شرح بخاری باب وضو میں درج کیا ہے۔

﴿خود آزمائی﴾

1. حضرت عثمانؓ بن عفان سے وضو میں مسح کرنے کی روایات اہل سنت کی کون سی کتب میں ہیں اوران کے راویوں کے ثقہ ہونے کی کیا دلیل ہے؟
2. حضرت ابن عباسؓ پاؤں پرمسح کا حکم دیتے مگر بعض علماء اہل سنت اعتراض کرتے ہیں کہ ان کی عمر بہت چھوٹی تھی لہٰذا ان کی روایات قابل قبول نہیں کیا یہ درست ہے ؟
3. حجاج بن یوسف نے خطبہ اہواز میں کیا کہا اور صحابی رسولؐ حضرت انس بن مالکؓ نے کیا جواب دیا؟
4. حضرت عبادہ بن تمیم انصاریؓ پاؤں کو دھوتے تھے یا مسح کرتے تھے؟
5. حضرت عبداللہ بن انصاریؓ کا حضرت عباد بن تمیم انصاری سے کیا رشتہ تھا اور آپ کی شہادت کا واقعہ بتائیں؟
6. حضرت اوس بن ابی اوس کی روایات کو اہل سنت کی کن کتابوں میں نقل کیا گیا؟
7. حضرت رفاعہ بن رافع کی روایات کو علی متقی نے کنزالعمال میں کون سی چار کتب سے نقل کیا؟
8. حضرت رفاعہ بن رافع کے حالات زندگی مختصر بیان کریں؟
9. جس صحابی کو حضورؐ نے فرمایا آپ کی نماز درست نہیں ہے اس کی نماز میں کیا غلطی تھی؟

درس 8

تابعین اور وضو

ایسے افراد جنہوں نے حالت ایمان میں صحابہؓ کرام کی زیارت کی ہو اور ان کا ایمان پر ہی انتقال ہوا ہو تابعی کہلاتے ہیں اس درس میں ہم تابعین کے عمل کا تذکرہ کریں گے اور اہل سنت کی علم رجال کی کتب سے ان کے سچے یعنی ثقہ ہونے کی تفصیل بھی بیان کریں گے تا کہ ہر قسم کا ابہام دور ہو جائے۔

حضرت عکرمہؒ

ابو عبداللہ عکرمہ ایک معروف شخصیت ہیں چنانچہ طبری نے اپنی سند سے یونس سے روایت کہ ہے کہ مجھے عکرمہ کے ایک ساتھی نے بتایا کہ میں نے عکرمہ کو وضو میں پاؤں دھوتے نہیں دیکھا بلکہ وہ پاؤں پر مسح کیا کرتے تھے۔ (تفسیر طبری جلد۶ صفحہ۷۳)

ابن کثیر نے ایوب سے روایت کی ہے کہ میں نے عکرمہ کو وضو کرت وقت پاؤں کا مسح کرتے ہی دیکھا ہے۔ (تفسیر ابن کثیر جلد۲ صفحہ۲۵)

قرطبی نے کہا کہ عکرمہ دونوں پاؤں کا مسح فرمایا کرتے تھے کہ پاؤں کا دھونا جائز نہیں۔ (تفسیر قرطبی جلد۶ صفحہ۹۲)

فخر الدین رازی لکھتے ہیں کہ عکرمہ پاؤں کے مسح کے وجوب کے قائل تھے (تفسیر کبیر جلد۳ صفحہ۳۷۰)

فقال نے اپنی تفسیر میں ابن عباس، انس بن مالک، عکرمہ، شعبی اور امام محمد باقرؑ سے روایت کی ہے کہ **اِنَّ الْوَاجِبَ فِیْهِمَا الْمَسْحُ** کہ وضو میں پاؤں کا مسح کرنا ہی واجب ہے۔ (تفسیر نیشاپوری بر حاشیہ تفسیر طبری جلد۶ صفحہ۸۶) اس بیان سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ دیگر بزرگان ملت کے ہمراہ حضرت عکرمہ بھی مسح قدمین کے وجوب کے قائل تھے۔

تفسیر خازن میں ہے کہ عکرمہ کہا کرتے تھے وضو میں پاؤں کا دھونا ضروری نہیں بلکہ قرآن کا حکم مسح کرنے کا ہے (تفسیر خازن جلد ا صفحہ ۴۴۱)

جصاص نے لکھا ہے کہ ابن عباس، حضرت امام حسنؑ، عکرمہ، حمزہ اور ابن کثیر ارجلکم کے لام پر زیر پڑھتے تھے۔ اس کی تاویل وتفسیر می پاؤں کا مسح کیا کرتے تھے۔ (احکام القران ابوبکر حصاص)

توثیق عکرمہؒ :

متوفی ۱۰۷ھ حضرت ابن عباس کے غلام تھے حضرت امام علیؑ ابی طالب اور حضرت امام حسنؑ بن علیؑ سے روایت اخذ کرتے تھے اور آپ سے ابراہیم نخعی، جابر بن زید، شعبی، ابواسحاق اور قتادہ نے روایات لی ہیں (تہذیب التہذیب)

عجلی کہتے ہیں کہ عکرمہ مکی ثقہ ہیں اور لوگوں نے جوان پر ''حردریہ'' فرقے سے متعلق ہونے کا الزام لگایا ہے وہ اس اتہام سے مبرا ہیں بخاری نے کہا ہے کہ ہمارے اصحاب میں کوئی ایسا نہیں جس نے عکرمہ کی روایات کو حجت تسلیم نہ کیا ہو۔

امام نسائی نے بھی آپ کو ثقہ اور قابل اعتماد شخصیت تسلیم کیا ہے ابن ابی حاتم کہتے ہیں کہ میرے والد بھی عکرمہ کو معتمد اور قابل وثوق سمجھتے تھے۔ اصحاب صحاح ستہ میں سے بخاری، مسلم، ابوداؤد اور نسائی نے اپنی صحاح میں ان کی مرویات کو درج کر کے ان کی عدالت فی الحدیث پر مہر ثبت کردی ہے۔ ابن حیان نے بھی ان کو ثقہ اور عالم فقہ وقرآن کہا ہے۔ (تہذیب التہذیب جلد ۷ صفحہ ۲۷۰)

محمد بن نصر مروزی کہتے ہیں کہ ہمارے زمانے کے علمائے حدیث متفقہ طور پر عکرمہ کی مرویات کو حجت سمجھتے رہے ہیں۔ ان میں سے خاص طور پر احمد بن حنبل، ابن راہویہ، یحییٰ بن معین اور ابوثور قابل ذکر ہیں۔ یحییٰ بن معین نے بھی عکرمہ کی عدالت وثقات

پر ابن عباس کی قربت اور ملازمت کی بنا پر مہر تصدیق ثبت کی ہے۔ (تہذیب التہذیب)

سعید بن جبیر سے پوچھا گیا کہ کیا آپ جانتے ہیں کہ آپ سے بڑھ کر عالم کون ہے؟ آپ نے فرمایا کہ ہاں عکرمہ ہے حضرت شعبی سے مروی ہے کہ کتاب اللہ کو عکرمہ سے زیادہ جاننے والا کوئی باقی نہیں رہا۔ (تاریخ فقہ محمد خضری بک اردو ترجمہ صفحہ ۱۸۰ سیرت النعمان شبلی صفحہ ۲۴)

شعبیؒ

طبری نے حجاز اور عراق کے ان قاریوں کا ذکر کیا ہے۔ جنھوں نے (ارجلکم) کے لام کو زیر سے پڑھا ہے ان میں شعبی کا نام موجود ہے اور یہ سب حضرات پاؤں کے مسح کے قائل تھے۔ (تفسیر طبری جلد ۶ صفحہ ۷۳)

عکرمہ کے ذکر کے تحت جو روایت نیشا پوری سے صفحہ ۵۴ پر نقل کی گئی ہے اس میں بھی ابن عباس، انس بن مالک، عکرمہ اور شعبی کا نام آیا ہے اور اس روایت میں بھی یہی لکھا ہے کہ یہ حضرات مسح قدمین کے قائل تھے (تفسیر نیشا پوری بر حاشیہ طبری جلد ۶ صفحہ ۸۶)

سیوطی نے جامع عبد الرزاق، سنن ابن ابی شیبہ، مصنف عبد بن حمید اور تفسیر ابن جریر کے حوالے سے لکھا ہے کہ شعبی فرماتے ہیں کہ جبرائیل امین مسح قدمین کا حکم لائے (مسح قدمین از روئے وحی ثابت ہے) کیا آپ نے نہیں دیکھا کہ تیمّم میں غسل کی جگہ مسح کا حکم ہے اور مسح والے اعضاء کا ذکر نہیں کیا گیا۔ (الدر المنثور جلد ۲ صفحہ ۲۶۲)

ابن جریر طبری نے اپنی تفسیر میں شعبی کے بارے میں جو روایات مختلف اسناد سے درج فرمائی ہیں ان کو وضاحت سے درج کیا جاتا ہے۔

1. ابی سائب، ابن ادریس اور داؤد بن ادریس اور داؤد بن ابی ہند کے ذریعے سے مروی ہے کہ شعبی نے فرمایا: جبرائیل مسح قدمین کا حکم لے کر آئے۔

2. ابن حمید جریر اور مغیرہ کے ذریعے سے شعبی نے فرمایا خدا نے صرف اعضائے غسل کے تیمّم کا حکم دیا ہے۔

3. یعقوب ابن علیۃ اور داؤد کے ذریعے سے شعبی فرماتے ہیں کہ پاؤں کا مسح کرنا فرض ہے کیا آپ نے نہیں دیکھا کہ خدا نے غسل والے اعضا کا تیمّم میں ذکر کیا ہے اور جن کا مسح کرنا تھا ان کو تیمّم میں ترک کر دیا۔

4. ابن مثنیٰ، عبدالوہاب اور داؤد کے توسل سے شعبی نے فرمایا کہ خدا نے تیمّم میں ان اعضاء کا مسح کرنے کا حکم دیا جن کا وضو میں دھونا مذکور ہے۔ سر اور پاؤں کا چونکہ وضو میں مسح کرنا واجب ہے لہٰذا تیمّم میں ان کا ذکر نہیں کیا۔

اس کے علاوہ خازن اور ابن کثیر نے اپنی تفسیر میں یہی لکھا ہے۔ طبری ابن کثیر، جامع الرزاق اور مصنف عبد بن حمید سے شعبی کا یہی قول درج کیا ہے کہ جبرائیل مسح قدمین کا حکم لے کر نازل ہوئے۔ (کنز العمال جلد ۵ صفحہ ۱۰۴)

توثیق شعبیؒ:

متوفی ۱۰۴ھ مشہور تابعی ہیں حافظ حدیث فقیہہ اور قانون دان تھے ابو حنیفہ کے استاد اور شیخ تھے۔ حضورؐ کے پانچ سو صحابہ سے ملاقات کا شرف حاصل کر چکے تھے۔

احمد بن حنبل اور عجلی نے شعبی کی مرسل روایات کو صحیح کا مرتبہ دیا ہے ابن سیرین نے کہا ہے کہ ابن عینیہ کہتے ہیں علماء صرف تین ہوئے ہیں ایک دور میں ابن عباس دوسرے میں شعبی اور تیسرے دور میں ثوری (سفیان ثوری)

ابن عمر انہیں اپنے زمانے میں مغازی کا سب بڑا عالم سمجھتے تھے مکحول کہتے ہیں کہ میں نے ان سے بڑھ کر کوئی فقہ جاننے والا نہیں دیکھا ابوزرعہ اور ابن معین نے آپ کو ثقہ کہا ہے عجلی کہتے ہیں کہ آپ نے ۴۸ صحابہ سے احادیث روایت کی ہیں علامہ محمد خضری

بک تاریخ تشریح الاسلامی میں لکھتے ہیں کہ شعبی صاحب حدیث تھے اگر ان کے پاس کوئی فتویٰ پیش ہوتا اور وہ اس میں کوئی نص نہ پاتے تو فتویٰ دینے سے رک جاتے اور اپنی رائے پیش کرنے یا کسی دوسرے کی رائے لینے کو برا سمجھتے تھے۔ ابن سیرین نے ابوبکر ہذلی سے فرمایا کہ شعبی کو لازم پکڑو کیونکہ صحابہ کی کثرت کے زمانے میں میں نے انھیں فتویٰ دیتے پایا ہے (اردو ترجمہ تاریخ تشریح الاسلامی المعروف تاریخ فقہ صفحہ ۱۷۱)

قتادہؒ

طبری نے سعید کے توسل سے قتادہ کی زبانی آیت وضو کی تفسیر میں فرمایا: اِفْتَرَضَ اللّٰهُ غَسْلَتَيْنِ وَمَسْحَتَيْنِ کہ اللہ تعالیٰ نے دو اعضاء کا غسل اور دو اعضاء کا مسح فرض کیا ہے۔ (تفسیر طبری جلد ۶ صفحہ ۷۳)

قرطبی نے بھی یہی روایت درج کی ہے۔

ابن کثیر نے اپنی سند سے ابن عباس کا یہ فرمان : اَلْوُضُوْءُ غَسْلَتَانِ وَ مَسْحَتَانِ درج فرمانے کے بعد لکھا ہے کہ اسی طرح سعید بن ابی عروبہ نے قتادہ سے روایت کی ہے۔ (ابن کثیر جلد ۲ صفحہ ۲۵)

سیوطی نے بھی ابن عباس کا فرمان مذکورہ بالا درج فرمانے کے بعد لکھا ہے کہ ابن جریر اور ابن مندر نے قتادہ کا بھی یہی فرمان (مسح قدمین کا وجوب) لکھا ہے (الدر المنثور جلد ۲ صفحہ ۲۶۲)

توثیق قتادہؒ :

ان کے متعلق تذکرۃ الحفاظ جلد ۱ صفحہ ۱۱۶ میں ہے کہ احمد بن حنبل نے فرمایا قتادہ تفسیر میں سب ہم عصروں سے زیادہ ماہر تھے۔ سفیان ثوری کہتے ہیں کہ اس دنیا مین قتادہ جیسا اور کون ہوسکتا ہے معمر کہتے ہیں کہ میں نے زہری سے پوچھا کہ آپ کے نزدیک مکحول

زیادہ عالم ہیں یا قتادہ تو آپ نے فرمایا قتادہ۔

ذہبی کہتے ہیں کہ قتادہ نہ صرف حدیث کے حافظ و عالم تھے بلکہ لغت، تاریخ اور نسب میں بھی سب سے برتر رھے۔قتادہ خود فرماتے کہ قرآن کی کوئی آیت ایسی نہیں کہ میں نے اس کے بارے میں کچھ نہ سنا ہو چنانچہ عرصہ بیس سال سے میں نے کبھی اپنی رائے سے فتویٰ نہیں دیا۔ (تاریخ تشریع الاسلامی محمد خضری ۱۸۵ اردو ترجمہ)

علقمہؒ

طبری نے ابن حمید، ابن وکیع، جریر، اعمیش اور یحییٰ بن وثاب کے وسیلے سے علقمہ کے بارے میں لکھا ہے کہ ارجلکم کے لام کے نیچے زیر پڑھتے تھے۔اس کے علاوہ ابن کثیر نے ابھی ابن عمر، علقمہ، حضرت امام محمد باقرؑ، حسن بصری، جابر بن زید اور مجاہد کے بارے میں درج کیا ہے کہ (اِنَّ الَّذِیْ نَزَلَ بِهِ الْقُرْاٰنَ مَسَحَ الرِّجْلَیْنِ فِی الْوُضُوْءِ) یہ حضرات بھی وضو میں بحکم قرآن مسح قدمین کے قائل تھے۔(ابن کثیر جلد ۲ صفحہ ۲۵)

ابن کثیر کی مذکورہ بالا روایت کی رو سے ابن عمر اور جابر بن زید کا وضو میں پاؤں کا مسح کرنا ثابت ہے کہ واضح رہے کہ جابر کو ابوزرعہ، عجلی اور ابن حیان وغیرہ نے ثقہ کہا ہے چنانچہ جب ان کا انتقال ہوا تو قتادہ نے کہ آج دین کا "اعلم" دنیا سے رخصت ہو گیا ہے۔

توثیق علقمہؒ :

علقمہ نخعی کوفی ۶۲ ہجری آپکے والد کا نام قیس بن عبداللہ تھا۔حضورؐ کی حیات میں پیدا ہوئے علی، ابن مسعود اور عثمان سے روایت کرتے تھے۔عبدالرحمٰن بن یزید کا بیان ہے کہ حضرت ابن مسعودؓ فرمایا کرتے تھے کہ کوئی چیز ایسی نہیں ہے جسے میں جانتا ہوں اور اسے علقمہ نہ جانتے ہوں۔قابوس بن ابی ظبیان کہتے ہیں کہ میں نے اپنے والد ابوظبیان

سے پوچھا کہ آپ کیوں صحابہؓ کو چھوڑ کر علقمہ کی طرف رجوع کرتے ہیں تو انھوں نے جواب دیا کہ میں نے اکثر صحابہ کو دیکھا کہ وہ علقمہ سے مسائل پوچھا کرتے تھے۔(تاریخ تشریح الاسلامی)

ذہبی کہتے ہیں کہ علقمہ نہ صرف فقیہہ،امام،عالم،قاری،زاہد و متقی تھے بلکہ علم و فضل میں ابن مسعود کے ہم پلہ تھے۔

ابن عمر کی شخصیت محتاج توثیق نہیں کیونکہ یہ شخصیت سواد اعظم کے مآخذ فقہ میں ایک سند کی حیثیت رکھتی ہے۔

مجاھدؒ

طبری نے لکھا ہے کہ مجاہد بھی ارجلکم کے لام پر زیر پڑھتے تھے اور ابن کثیر کی مذکورہ روایت سے مجاہد کا مسح قدمین ہونا ثابت ہے۔

توثیق مجاھدؒ:

مجاہد جبیر متوفی ۱۰۳ ہجری۔تذکرۃ الحفاظ میں ہے کہ آپ سائب بن ابی سائب کے مولٰی تھے۔سعد،ابو ہریرہ،ابن عمر،ابن عباس،ام ہانی،عائشہ اور ابن عباس جیسے بزرگواروں سے روایت کرتے تھے ابن عباس سے کافی عرصہ تلمذ کیا۔اور قرآن بھی حضرت ابن عباس سے ہی پڑھا۔

تہذیب التہذیب میں ابن حجر لکھتے ہیں ذہبی نے فرمایا تمام امت اسلامیہ مجاہد کی امامت پر اجماع کر چکی ہے۔

ابن تیمیہ تفسیر اردو ترجمہ ۹۲ میں لکھتے ہیں کہ جب تفسیر نہ قرآن میں ملے نہ حدیث میں ملے نہ اقوال اصحابہ میں تو ایسی حالت میں بہت سے آئمہ اقوال تابعین کی طرف رجوع

کرتے ہیں مثلاً مجاہد جبیر کی طرف رجوع کرتے ہیں ۔ جو علم تفسیر میں خدا کی ایک نشانی تھے۔محمد بن اسحاق نے اپنی اسناد سے روایت کیا ہے کہ مجاہد کہتے تھے میں نے مصحف قرآنی شروع سے آخر تین مرتبہ عبداللہ بن عباس کے سامنے پیش کیا ہر آیت پر انھیں ٹھہراتا اور تفسیر پوچھتا تھا۔طبری اور ترمذی نے اپنی اسناد سے مجاہد کا یہ قول نقل کیا قرآن میں کوئی آیت ایسی نہیں جس کی تفسیر میں میں نے کچھ نہ کچھ سنا نہ ہو۔ابن جریر نے ابوملیکہ سے روایت کی ہے کہ میں نے مجاہد کو دیکھا کہ آپ نے کاغذ لئے اور ابن عباس کے پاس پہنچے اور تفسیر کے بارے میں سوال کرنا شروع کیا۔ابن عباس فرماتے ہیں لکھتے جاؤ اسی طرح مجاہد نے پوری تفسیر پوچھ لی اور اسی لئے سفیان ثوری کہا کرتے تھے کہ جب مجاہد سے تفسیر ملے تو یہ تمہارے لئے کافی ہے۔

مجاہد فرماتے ہیں کہ اکثر حضرت عمرؓ نے میری رکاب روک کر مسئلہ دریافت فرمایا۔(تاریخ تشریعی الاسلامی ۱۸۰)ابن معین ،ابوزرعہ،ابن سعد اور عجلی نے آپکو عالم،فقیہ کثیر الحدیث اور ثقہ کہہ کر یاد کیا ہے۔

اعمشؒ

طبری نے ابن حمید وابن وکیع کے ذریعے سے لکھا ہے کہ اعمش بھی ارجلکم کے لام کو زیر سے پڑھتے تھے۔

توثیق اعمشؒ:

اعمش متوفی ۱۴۸ھ کا اسم گرامی ابومحمد سلیمان بن مہران اسدی تھا۔حافظ،ثقہ اور شیخ الاسلام کہلاتے تھے۔انس بن مالک کے شاگرد تھے اور تیرسو احادیث کے راوی ہیں۔صحیحین میں ان کی مرویات موجود ہیں بقول شبلی امام ابوحنیفہ کے اساتذہ میں سے تھے۔(سیرۃ النعمان)

ابن حیان اور عجلی نے آپ کو ثقہ اور محدث کہا ہے۔

یحییٰ قطان نے آپ کو علامۃ الاسلام کہا ہے۔ ابن عیینہ نے نزدیک اعمش قاری قرآن، حافظ حدیث اور فرائض کے سب سے بڑے عالم تھے۔

ضحاکؒ

طبری نے ابن وکیع اور سلمہٰ کے توسل سے ضحاک کے بارے میں لکھا ہے کہ وہ بھی ارجلکم کو بالکسرہ ہی پڑھتے تھے۔

توثیق ضحاکؒ:

ضحاک متوفیٰ ۲۱۶ھ کا اسم گرامی ابو عاصم ابن مخلد تھا۔ ایک ہزار حدیث کے حافظ تھے۔ ابن معین عجلی اور ابن سعد نے آپ کو ثقہ کہا ہے۔ ابو حاتم نے آپکو صدوق کہا ہے۔

خلیلی کہتے ہیں کہ ان کے زہد، علم، دیانت اور تقویٰ پر لوگوں کا اتفاق ہو چکا ہے۔

نیز حسن بصری، ابن کثیر، قاری حمزہ، قاری ابو عمرو اور ابوبکر بن عبدالرحمٰن بن حارث جیسی مقتدر شخصیتوں کے متعلق جصاص نے احکام القرآن اور حازن نے اپنے تفسیر خازن میں لکھا ہے کہ یہ ارجلکم کے لام کو زیر سے پڑھتے تھے اور اس کی تاویل میں مسح کرتے تھے۔ حوالہ کے لیے دیکھیے عکرمہ کے تحت جصاص کا حوالہ اور خازن کے الفاظ ہیں: قَـرَأَ ابْنُ كَثِيْرٍ وَاَبُوْ عَمْرٍ و حَمْزَةٌ وَاَبُوْ بَكْرٍ عَنْ عَاصِمٍ وَاَرْجُلِكُمْ ، بِكَسْرِ الَّامِ عَطْفًااِلَى الْمَسْحِ . ابن کثیر، حمزہ اور ابو عمرو کے حالات قراء کے تحت درج کر دیے ہیں۔

ابوبکر بن عبدالرحمٰن بن حارث بن ہشام مخزومی متوفٰی ۱۹۴ھ کے بارے میں اتنا عرض کر دینا کافی سمجھتا ہوں کہ آپ حضرت عمر کے دور میں پیدا ہوئے اپنے والد اور دیگر صحابہ سے اخذ روایات کیا ان سے زہری اور دوسرے تابعین نے روایت لی ہے عابد و برگزیدہ ہونے کی وجہ سے انہیں ''راہب قریش'' کہا جاتا تھا۔

جبرئیل امین اور وضو

1. سیوطی نے بعثت نبوی پر ایک مفصل حدیث سنن بہقی اور ابونعیم کی تصنیف سے درج فرمائی ہے۔اس میں لکھا ہے کہ عروہ بن زبیر کہتے ہیں کہ جب پہلی مرتبہ جبرائیل امین حضورؐ پر نازل ہوئے تو معجزانہ طور پر ایک چشمہ نمودار ہوا اور جبرائیل امین نے اس چشمے پر وضو کیا پہلے اپنے چہرے اور بازوؤں کو دھویا اور پھر سر اور پاؤں کا مسح ٹخنوں تک کیا پس آنحضرت نے بھی اسی طرح وضو کیا۔(خصائص کبریٰ جلد ا صفحہ ۹۴)

2. علی بن برہان الدین شافعی نے بھی انسان العیون میں یہی روایت درج کی ہے۔مگر روایت مذکورہ درج کرنے سے پہلے یہ لکھا ہے ان حدیث وضوء جبرئیل لَيْسَ فِيْهِ اِلَّا مَسَحَهُمَا وَاَیْ مَسْحُ الرِّجْلَيْنِ کہ جبرئیل والی حدیث میں تو دونوں پاؤں کا مسح کرنا ہی مذکور ہے (سیرۃ الجنتیہ جلد ا ۲۹۰ ط مصر)

ابو مالک اشعریؓ

آخر میں ابو مالک الموسوم بہ حارث صحابی رسول ایک روایت درج کر کے قارئین کو دعوت فکر دی جاتی ہے۔احمد بن حنبل نے اپنی سند سے ابو مالک کا فرمان اپنی قوم کے نام یوں درج کیا ہے۔

اے لوگو! آؤ میں تمہیں رسول اللہ کی طرح نماز پڑھاؤں جب سب لوگ جمع ہو گئے تو پوچھا کوئی غیر تو تم میں نہیں؟ ان لوگوں نے جواب دیا کہ صرف ہمارا ایک بھانجا ہے اس پر ابو مالک نے کہا کہ بہن کی اولاد بھی اپنی قوم ہی سمجھی جاتی ہے۔ چنانچہ ابو مالک نے پانی کا ایک لگن منگوایا تا کہ وضو کریں پہلے آپ نے کلی کی ناک میں پانی ڈالا پھر تین مرتبہ چہرے اور بازوؤں کو دھویا اور سر اور پاؤں کے اوپر کے حصے کا مسح کیا۔

روایت کا نفسیاتی تجزیہ کرنے سے پہلے یہی معلوم ہوتا ہے کہ ابو مالک کو اپنے وقت کے ظالم حکّام سے خوف تھا اس لئے وہ صرف اپنی قوم کو صحیح وضو اور صحیح نماز کی تعلیم دے کر بری الذمہ ہونا چاہتے تھے۔قرائن بتلاتے ہیں کہ یہ حجاج کا دور ہوگا کیونکہ وہ اپنے وقت کا جابر ترین امیر انس بن مالک نے تو اس کی علی الاعلان تردید فرمادی تھی۔جب اس نے اس اہواز میں خطبہ دیا اور پاؤں دھونے کا ذکر کیا (دیکھو انس بن مالک کے تحت)

حرف آخر

مذکورہ دلائل کی روشنی میں مسئلہ مسح قدمین کی پوری توضیح ہوچکی ہے کہ اب اگر قرآن کی آیت میں اتنی احادیث اور اتنے اقوال مل جائیں اور عمل اہل بیتؑ رسولؐ بھی مسح قدمین ہی ہو تو پھر مسح کرنے میں کسی مسلمان کو کیا اعتراض ہوسکتا ہے۔انھیں دلائل سے گھبرا کر اکثر علماء مجتہدین اہل سنت نے مسح قدمین کا فتویٰ دیا ہے کہ وضو میں مکلّف (ہر وہ بالغ مرد یا عورت جس پر شرعی احکام کی پابندی کرنا لازم ہوتا ہے) پاؤں کے دھونے اور مسح قدمین میں مختار ہے یعنی اگر پاؤں دھولے تب بھی جائز ہے اور اگر مسح کرے تب بھی درست ہے پھر لکھتے ہیں کہ ابن عباس تو مسح کرنے کو فرض سمجھتے ہیں۔

شوکانی نے لکھا ہے کہ امامیہ مسح رجلین کے وجوب کے قائل ہیں مگر محمد بن جریر طبری، جبائی اور حسن بصری کے مکلّف غسل و مسح قدمین میں مختار ہے (نیل الاوطار جلد ا صفحہ ۱۳۶)

نافع، ابن عامر، حفص، کسائی اور یعقوب کی قرأت وَاَرْجُلِكُمْ بَكَسْرِ اللَّامِ علماء اہل سنت کی دونوں قرأتیں درست ہیں۔ان میں سے کسی قرأت کی حیثیت بھی یہ نہیں ہے کے بعد میں کسی وقت بیٹھ کر نحویوں نے اپنے اپنے فہم اور منشاء کے مطابق الفاظ قرآنی پر خود اعراب لگادیے ہوں بلکہ یہ دونوں قرأتیں متواتر طریقے سے منقول ہوئی ہیں۔

ان وجوہات کی بناء پر شوکانی اور شعرانی کے بقول احمد بن حنبل، اوزاعی، ثوری،

ابن جریر، جبائی اور حسن بصری جیسے فقہاء نے دونوں طرف کا فتویٰ دے دیا ہے۔

مولانا مودودی لکھتے ہیں۔ (رسائل ومسائل حصہ سوم ص ۴۲۹، ۴۳۰) اس آیت میں لفظ ارجلکم کی دو قرأتیں متواتر ہیں۔ (لفظ متواتر پر غور فرمائیے)۔

لیکن تمام علماء شیعہ وضو میں پاؤں کے مسح کرنے پر متفق ہیں کہ محمدؐ وآل محمدؑ قرآن کے حکم کے مطابق پاؤں کے مسح کے وجوب کے قائل ہیں۔ ان کے فرامین ہیں کہ اگر پاؤں دھوئے جائیں تو وضو باطل ہو جاتا ہے۔

ہمارے خیال میں ایک عام سیدھا سادہ مسلمان جو اپنے بیوی بچوں کے لیے رزق حلال کماتا ہے۔ اور دن میں پانچ دفعہ اپنے خالق کا شکریہ ادا کرنے کے لیے اس کے سامنے سربسجود ہوتا ہے وہ چاہتا ہے کہ اس کا خدا اس سے راضی ہو جائے۔ لیکن وہ ان صرف نحو کی پچیدگیوں کو نہیں جانتا۔ اور وہ نہ ہی قرآن اور حدیث کے دقیق مسائل کو سمجھتا ہے وہ تو صرف اتنا جاننا چاہتا ہے کہ اسے بڑے سادہ الفاظ میں بتا دیا جائے کہ تم یہ کرو اور یہ نہ کرو۔

ہماری رائے میں ایسا شخص دو کاموں میں سے ایک کام کر سکتا ہے۔ ہمیں اس بات سے غرض نہیں ہے وہ شیعہ ہے یا سنی بلکہ غرض اس بات سے ہے جو وہ عبادت کرے اس کی عبادت صحیح ہو۔ وسوسوں اور تذبذب سے پاک ہو۔

پہلا: اگر وہ وضو میں پاؤں کو دھوتا ہے تو کچھ علمائے اہل سنت کے نزدیک تو اس کا عمل درست ہے لیکن علماء اہل سنت ہی کی ایک بڑی تعداد وضو میں پاؤں کے مسح کرنے کی قائل ہے۔ جن میں صحابہ اکرامؓ تابعین اور تبع تابعین بھی شامل ہیں۔ پھر ہمارے ذہن میں صحابی رسولؐ کا واقعہ بھی ہے۔ کہ جس کو رسول نے حکم دیا۔ تم نماز دوبارہ پڑھو۔ کیونکہ آپ کا وضو درست نہیں ہے اور اگر وضو ہی صحیح نہیں تو پھر نماز بھی باطل ہے۔ گویا ایسا شخص جو پاؤں کے دھونے کا قائل ہے وہ عبادت تو کرے گا لیکن ہمیشہ تذبذب اور وسوسوں میں

رہے گا۔آیا کہ اس کی عبادت قبول ہے کہ نہیں۔

دوسرا: اگر کوئی شخص پاؤں کا مسح کرتا ہے خواہ وہ شیعہ ہے یا سنی تو اس کا عمل صحابہ کرامؓ اور تابعین کی اکثریت کے عمل جیسا عمل ہے جید علماء اہل سنت کی ایک بڑی تعداد کے فتاوی اوران کا عمل بھی پاؤں کا مسح کرنا ہی رہا ہے۔لیکن سب سے بڑھ کر آئمہ اہل بیتؑ جو وارثانِ قرآن ہیں وہ بھی پاؤں کے مسح کے وجوب کا حکم دیتے ہیں۔ایسے شخص کا تذبذب اور وسوسہ ختم ہوجائے گا۔اوراس کی عبادت قبول ہوگی۔سرورکونین کے ان الفاظ کے ساتھ میں اپنی معروضات ختم کرتا ہوں:

اِنِّیۡ تَارِکٌ فِیۡکُمُ الثَّقَلَیۡنِ کِتَابَ اللّٰہِ وَعِتۡرَتِیۡ اَھۡلَ بَیۡتِیۡ مَااِنۡ تَمَسَّکۡتُمۡ بِھِمَا لَنۡ تَضِلُّوۡا بَعۡدِیۡ (میں تمہارے درمیان دووزنی چیزیں چھوڑ کر جارہاہوں ایک اللہ کی کتاب اور دوسری میرے اہل بیتؑ ہیں اگر آپ نے ان دونوں کا دامن تھامے رکھا تو میرے بعد ہرگز گمراہ نہ ہوں۔ ترمذی)

﴿خلاصہ﴾

1. معتبر علماء اہل سنت طبری، ابن کثیر، قرطبی، فخرالدین رازی، فقال، صاحب تفسیر خازن اور خصاص نے لکھا ہے حضرت ابوعبداللہ عکرمہ وضو میں پاؤں کا مسح کرتے تھے۔

2. ابن حیان، عجلی امام نسائی، امام بخاری، امام مسلم، محمد نصر مرزوی اور سعید بن جبیر اہل سنت کی یہ تمام شخصیات حضرت عکرمہ کو ثقہ، فقہ وقرآن کا عالم، معتمد اوران کے قابل اعتماد ہونے کی تصدیق کرتے ہیں۔

3. معتبر علماء اہل سنت طبری، سیوطی، خازن اور کثیر نے شعبی کو جامع عبدالرزاق، سنن ابن ابی شیبہ، تفسیر ابن جریر، ابی سائب، ابن ادریس، ابن مثنی، عبدالوہاب کے حوالے

سے لکھا ہے کہ شعبی نے فرمایا وضوء میں پاؤں کا مسح کرنا فرض ہے کیا آپ نے نہیں دیکھا خدا نے غسل والے اعضاء کا تیمّم میں ذکر کیا ہے اور جن کا مسح کرنا تھا ان کو تیمّم میں ترک کر دیا۔

4. حضرت شعبی حضرت ابوحنیفہ کے استاد اور شیخ تھے۔ حضورؐ کے پانچ سو صحابہ سے ملاقات کا شرف حاصل کر چکے تھے آپ نے 48 صحابہؓ سے احادیث روایت کی ہیں۔

5. قتادہ نے آیت وضوء کی یوں تفسیر کی۔ کہ اللہ تعالیٰ نے دو اعضاء کا دھونا اور دو اعضا کا مسح کرنا فرض کیا ہے۔

6. اہل سنت کے علماء کے نزدیک قتادہ نہ صرف حدیث کے حافظ و عالم تھے بلکہ لغت عرب، تاریخ اور نسب میں بھی سب سے برتر تھے آپ خود فرماتے ہیں کہ قرآن کی کوئی آیت ایسی نہیں کہ میں نے اس کے بارے میں کچھ نہ سنا ہو۔ اور وہ اپنی رائے سے کبھی بھی فتویٰ نہ دیتے تھے۔

7. علقمہ بحکم قرآن پاؤں کے مسح کے قائل تھے۔ قابوس بن ابی ظبیان کہتے ہیں کہ میں نے اپنے والد ابوظبیان سے پوچھا کہ آپ کیوں صحابہؓ کے اقوال کو چھوڑ کر علقمہ کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ تو انہوں نے جواب دیا کہ میں نے اکثر صحابہؓ کو دیکھا کہ علقمہ سے مسائل پوچھا کرتے تھے۔ ابوحنیفہ فرماتے ہیں کہ حضرت علقمہ، حضرت ابن عمرؓ سے کم نہ تھے۔

8. مجاہد پاؤں کے مسح کے قائل تھے۔ مجاہد فرماتے ہیں کہ اکثر حضرت ابن عمر نے میری رکاب روک کر مسئلہ دریافت فرمایا۔ ابن معین، ابوزرعہ، ابن سعید اور عجلی نے آپ کو عالم، فقیہ، کثیر الحدیث اور ثقہ کہہ کر یاد کیا ہے۔

9. اعمش وضو میں پاؤں کے مسح کے قائل تھے آپ حافظ، ثقہ اور شیخ الاسلام کہلاتے ہیں آپ انس بن مالکؓ کے شاگرد تھے اور تیرہ سو احادیث کے راوی تھے بقول علامہ شبلی نعمانی آپ امام ابوحنیفہؒ کے اساتذہ میں سے تھے۔

10. ضحاک بھی پاؤں کے مسح کے قائل تھے۔ایک ہزار حدیث کے حافظ تھے۔ عابداور خدارسیدہ ہونے کی وجہ سے انہیں ''راہب قریش'' کہا جاتا تھا۔

11. جب پہلی مرتبہ جبرئیل امین حضور پر نازل ہوئے تو معجزانہ طور پر ایک چشمہ نمودار ہوا جبرئیل نے اس چشمے پر وضو کیا پہلے اپنے چہرے اور بازؤں کو دھویا اور پھر سر اور پاؤں کا ٹخنوں تک مسح کیا پس آنحضرتؐ نے بھی اس طرح وضو کیا۔

12. صحابی رسولؐ حضرت انس بن مالک نے حاکم وقت کے خوف کے باوجود اپنی قوم کو صحیح وضو اور صحیح نماز کی تعلیم دی۔آپ نے وضو کرتے وقت پاؤں کا مسح کیا۔

13. ہماری ساری گفتگو سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ حکم قرآن کے مطابق محمدؐ وآل محمدؑ تو وضو میں پاؤں کے مسح کرنے کو واجب فرماتے ہیں۔اکثر صحابہ کرام اور تابعین بھی پاؤں کا مسح کرتے تھے۔اور علماء اہل سنت کی اکثریت پاؤں کے مسح کرنے کی قائل ہے تو اتنے مضبوط دلائل کے باوجود اگر ہم پاؤں کا مسح نہیں کرتے تو کیوں نہیں کرتے کیا ہمارے پاس اتنے مضبوط دلائل ہیں؟

حالانکہ قرآن تو بار بار اعلان کررہا ہے۔ اَفَلَا يَتَدَبَّرُوْنَ الْقُرْاٰنَ (کیا وہ قرآن میں غور وفکر نہیں کرتے ؟) بہرحال وجہ کچھ بھی ہو ایک منصف مزاج شخص تو وہی کرتا ہے۔جو بات اس کے دل کو لگے۔اور پھر اس پر عمل کرتا ہے۔وہ زمانے کی پرواہ نہیں کرتا۔ہمیں دینی احکام پر عمل کرنے سے پہلے حضورؐ کی اس حدیث کو ضرور سامنے رکھنا چاہیے(میں تمہارے درمیان دو وزنی چیزیں چھوڑ کر جارہا ہوں ایک اللہ کی کتاب اور دوسری میرے اہل بیتؑ ہیں اگر آپ نے ان دونوں کا دامن تھامے رکھا تو میرے بعد ہرگز گمراہ نہ ہوں گے۔ترمذی)

﴿خود آزمائی﴾

1. تابعی کی تعریف کریں؟
2. حضرت عکرمہ علماء اہل سنت کے نزدیک کس مرتبہ کے مالک تھے؟
3. حضرت شعبی نے کتنے صحابہ سے ملاقات کی اور کتنے صحابہ سے روایات نقل کیں؟
4. حضرت قتادہ نے آیت وضو میں کیا دلیل دی؟
5. ابوظبیان صحابہ کو چھوڑ کر علقمہ سے کیوں رجوع کرتے تھے؟
6. حضرت ابن عمر کس تابعی سے مسئلہ پوچھا کرتے تھے؟
7. حضرت اعمش کتنی احادیث کے راوی تھے؟
8. بقول علماء اہل سنت حضورؐ کو وضو کس نے سکھایا اور کیا آپ نے پاؤں کو دھویا؟
9. کس تابعی کو راہب قریش کہا جاتا ہے اور کیوں؟
10. صحابی انس بن مالک نے اپنی قوم کو کیا بتایا؟
11. اسلامی احکام کو لینے کے لیے کن دو چیزوں کو مدنظر رکھنا چاہیے۔ حدیث زبانی سنائیں؟